ISLAMIC
MOBILITY.COM

# نہج البلاغہ

## کلمات قصار امیر المومنین علی علیہ السلام

علامہ سید رضی علیہ الرحمہ

ترجمہ: علامہ مفتی جعفر حسین

ای بک: مولانا صادق عباس فاضل قم

aalulbayt@gmail.com

موسسۃ آل البیتؑ لاہور

# باب ۱

## اقوال ۱ تا ۳۰

اس باب میں سوالات کے جوابات اور چھوٹے چھوٹے حکیمانہ جملوں کا انتخاب درج ہے جو مختلف اغراض ومقاصد کے سلسلہ میں بیان کئے گئے ہیں۔

1 فتنہ وفساد میں اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کئے ہوں کہ نہ تو اس کی پیٹھ پر سواری کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے تھنوں سے دودھ دوہا جاسکتا ہے

لبون دودھ دینے والی اونٹنی کو اور ابن اللبون اس کے دوسالہ بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس عمر میں نہ سواری کے قابل ہوتا ہے، اور نہ ہی اس کے تھن ہوتے ہیں کہ ان سے دودھ دوہا جاسکے۔ اسے ابن اللبون اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دوسال کے عرصہ میں اس کی ماں عموماً دوسرا بچہ دے کر دودھ دینے لگتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو فتنہ وفساد کے موقع پر اس طرح رہنا چاہیے کہ لوگ اسے ناکارہ سمجھ کر نظرانداز کردیں اور کسی جماعت میں اس کی شرکت کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ کیونکہ فتنوں اور ہنگاموں میں الگ تھلگ رہنا ہی تباہ کاریوں سے بچا سکتا ہے۔ البتہ جہاں حق و باطل کا ٹکراؤ ہو وہاں پر غیر جانبداری جائز نہیں اور نہ اسے فتنہ وفساد سے تعبیر کیا ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے۔ جیسے جمل وصفین کی جنگوں میں حق کا ساتھ دینا ضروری اور باطل سے نبرد آزما ہونا لازم تھا۔

2 جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا, اس نے خود کو سبک کیا اور جس نے اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلت پر آمادہ ہو گیا, اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھا, اس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کر لیا.

3 بخل ننگ و عار ہے اور بزدلی نقص و عیب ہے اور غربت مرد زیرک و دانا کی زبان کو دلائل کی قوت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے اور عجز و درماندگی مصیبت ہے اور صبر شکیبائی شجاعت ہے اور دنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے اور پرہیزگاری ایک بڑی سپر ہے.

4 تسلیم و رضا بہترین مصاحب اور علم شریف ترین میراث ہے اور علمی و عملی اوصاف تو بن و خلعت ہیں اور فکر صاف شفاف آئینہ ہے.

5 عقلمند کا سینہ اس کے بھیدوں کا مخزن ہوتا ہے اور کشادہ روئی محبت و دوستی کا پھندا ہے اور تحمل و بردباری عیبوں کا مدفن ہے. (یا اس فقرہ کے بجائے حضرت نے یہ فرمایا کہ) صلح صفائی عیبوں کو ڈھانپنے کا ذریعہ ہے.

6 جو شخص خود کو بہت پسند کرتا ہے وہ دوسروں کو ناپسند ہو جاتا ہے اور صدقہ کامیاب دوا ہے ,اور دنیا میں بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے یہ ارشاد تین جملوں پر مشتمل ہے پہلے جملہ میں خود پسندی سے پیدا ہونے والے نتائج و اثرات کا ذکر کیا ہے کہ اس سے دوسروں کے دلوں میں نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے .چنانچہ جو شخص اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لیے بات بات میں اپنی برتری کا مظاہرہ کرتا

ہے وہ کبھی عزت واحترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور لوگ اس کی تفوق پسندانہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اسے اتنا بھی سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے جتنا کچھ وہ ہے چہ جائیکہ جو کچھ وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے وہی کچھ اسے سمجھ لیں.

دوسرا جملہ صدقہ کے متعلق ہے اور اسے ایک « کامیاب دوا» سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جب انسان صدقہ وخیرات سے محتاجوں اور ناداروں کی مدد کرتا ہے تو وہ دل کی گہرایوں سے اس کے لیے دعائے صحت وعافیت کرتے ہیں جو قبولیت حاصل کر کے اس کی شفایابی کا باعث ہوتی ہے. چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ راوو امرضا کم بالصدقہ. اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو.

تیسرا جملہ حشر میں اعمال کے بے نقاب ہونے کے متعلق ہے کہ انسان اس دنیا میں جو اچھے اور برے کام کرتا ہے وہ حجاب عنصری کے حائل ہونے کی وجہ سے ظاہری حواس سے ادراک نہیں ہو سکتے. مگر آخرت میں جب مادیت کے پردے اٹھا دیئے جائیں گے تو وہ اس طرح آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گے کہ کسی کے لیے گنجائش انکار نہ رہے گی. چنانچہ ارشاد الٰہی ہے.

اس دن لوگ گروہ گروہ (قبروں سے) اٹھ کھڑے ہوں گے تاکہ وہ اپنے اعمال کو دیکھیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بھی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا.

7 یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وہ چربی سے دیکھتا ہے اور گوشت کے لوتھڑے سے بولتا

ہےاور ہڈی سے سنتا ہےاورایک سوراخ سے سانس لیتا ہے.

8جب دنیا(اپنی نعمتوں کو لے کر)کسی کی طرف بڑھتی ہےتو دوسروں کی خوبیاں بھی اسے عاریت دے دیتی ہے.اور جب اس سے رخ موڑ لیتی ہے٭ تو خوداس کی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے.

مقصد یہ ہے کہ جس کا بخت یاوراور دنیااس سے سازگار ہوتی ہے,اہل دنیااس کی کار گزاریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اوردوسروں کے کارناموں کا سہرا بھی اس کے سر باندھ دیتے ہیں اورجس کے ہاتھ سے دنیا جاتی رہتی ہےاورادبار نحوست کی گھٹااس پر چھا جاتی ہےاس کی خوبیوں کونظرانداز کردیتے ہیں اوراس کا نام زبان پرلانا گوارانہیں کرتے.

دوستند آنکہ رازمانہ نواحت دشمنند آنکہ رازمانہ فلگند

9لوگوں سے اس طریقہ سے ملوکہ اگر مرجاؤتوتم پرروئیں اورزندہ رہوتوتمہارے مشتاق ہوں.

جوشخص لوگوں کےساتھ نرمی اوراخلاق کا برتاؤ کرتا ہے.لوگ اس کی طرف دست تعاون بڑھاتے اس کی عزت وتوقیر کرتے اوراس کے مرنے کے بعداس کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں٭ لہٰذاانسان کو چاہیے کہ وہ اس طرح مرنجاں مرنج زندگی گزارے کہ کسی کواس سے شکایت نہ پیدا ہواورنہ اس سے کسی کوگزند پہنچے تاکہ اسے زندگی میں دوسروں کی ہمدردی حاصل ہو,اورمرنے کے بعد بھی اسے اچھےلفظوں میں یاد کیا جائے.

چناں بانیک وبدسرکن کہ بعدازمرونت عرفی مسلمانت بزمزم شویدوکافر بسوزاند

10 دشمن پر قابو پاؤ تو اس قابو پانے کا شکرانہ اس کو معاف کر دینا قرار دو۔

عفوو درگزر کا محل وہی ہوتا ہے جہاں انتقام پر قدرت ہو, اور جہاں قدرت ہی نہ ہو وہاں انتقام سے ہاتھ اٹھالینا ہی مجبوری کا نتیجہ ہوتا جس پر کوئی فضیلت مرتب نہیں ہوتی۔ البتہ قدرت و اقتدار کے ہوتے ہوئے عفو درگذر سے کام لینا فضیلت انسانی کا جوہر اور اللہ کی اس بخشی ہوئی نعمت کے مقابلہ میں اظہار شکر ہے۔ کیونکہ شکر کا جذبہ اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے سامنے تذال و انکسار سے جھکے جس سے اس کے دل میں رحم و رافت کے لطیف جذبات پیدا ہوں گے اور غیظ و غضب کے بھڑکتے ہوئے شعلے ٹھنڈے پڑ جائیں گے جس کے بعد انتقام کا کوئی داعی ہی نہ رہے گا کہ وہ اس قوت و قدرت کو ٹھیک ٹھیک کام میں لانے کی بجائے اپنے غضب کے فرو کرنے کا ذریعہ قرار دے

11 لوگوں مین بہت درماندہ وہ ہے جو اپنی عمر میں کچھ بھی اپنے لیے نہ حاصل کر سکے, اور اس سے بھی زیادہ درماندہ وہ ہے جو پا کر اسے کھو دے۔

خوش اخلاقی و خندہ پیشانی سے دوسروں کو اپنی طرف جذب کرنا اور شیریں کلامی سے غیروں کو اپنانا کوئی دشوار چیز نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے نہ جسمانی مشقت کی ضرورت اور نہ دماغی کدو کاوش کی حاجت ہوتی ہے اور دوست بنانے کے بعد دوستی اور تعلقات کی خوشگواری کو باقی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے کیونکہ دوستی پیدا کرنے کے لیے پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے مگر اسے باقی رکھنے کے لیے تو کوئی مہم سر کرنا نہیں پڑتی۔ لہٰذا جو شخص ایسی چیز کی بھی نگہداشت نہ کر سکے جسے صرف پیشانی کی سلوٹیں دور کر کے باقی رکھا جا سکتا ہے اس سے

زیادہ عاجز و درماندہ کون ہوسکتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو ہر ایک سے خوش خلقی و خندہ روئی سے پیش آنا چاہیے تاکہ لوگوں اس سے وابستگی چاہیں اور اس کی دوستی کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔

12 جب تمہیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انہیں خود تک پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔

13 جسے قریبی چھوڑ دیں اسے بیگانے مل جائیں گے۔

14 ہر فتنہ میں پڑ جانے والا قابل عتاب نہیں ہوتا۔

جب سعد ابن ابی وقاص محمد ابن مسلمہ اور عبداللہ ابن عمر نے اصحاب جمل کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دینے سے انکار کیا تو اس موقع پر یہ جملہ فرمایا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مجھ سے ایسے منحرف ہوچکے ہیں کہ ان پر نہ میری بات کا کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ ان پر میری عتاب و سرزنش کارگر ثابت ہوتی ہے

15 سب معاملے تقدیر کے آگے سرنگوں ہیں یہاں تک کہ کبھی تدبیر کے نتیجہ میں موت ہوجاتی ہے۔

16 پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے متعلق کے بڑھاپے کو (خضاب کے ذریعہ) بدل دو۔اور یہود سے مشابہت اختیار نہ کرو۔آپ علیہ السّلام سے سوال کیا گیا تو آپ علیہ السّلام نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس موقع کے لیے فرمایا تھا۔جب کہ دین (والے) کم تھے اور اب جب کہ اس کا دامن پھیل چکا ہے اور سینہ ٹیک کر جم چکا ہے تو ہر شخص

کو اختیار رہے.

مقصد یہ ہے کہ چونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لیے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی جماعتی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے انہیں یہودیوں سے ممتاز رکھا جائے .اس لیے آنحضرت سے خضاب کا حکم دیا کہ جو یہودیوں کے ہاں مرسوم نہیں ہے .اس کے علاوہ یہ مقصد بھی تھا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ضعیف وسن رسیدہ دکھائی نہ دیں.

17 ان لوگوں کے بارے میں کہ جو آپ کے ہمراہ ہو کر لڑنے سے کنارہ کش رہے.فرمایا ان لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی نصرت نہیں کی.

یہ ارشاد ان لوگوں کے متعلق ہے جو اپنے کو غیر جانبدار ظاہر کرتے تھے.جیسے عبداللہ ابن عمر ,سعد ابن ابی وقاص ,ابو موسیٰ اشعری ,احنف ابن قیس اور انس ابن مالک وغیرہ.بیشک ان لوگوں نے کھل کر باطل کی حمایت نہیں کی.مگر حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھالینا بھی ایک طرح سے باطل کو تقویت پہنچانا ہے.اس لیے ان کا شمار مخالفین حق کے گروہ ہی میں ہوگا.

18 جو شخص امید کی راہ میں بگٹٹ دوڑتا ہے وہ موت سے ٹھوکر کھاتا ہے.

19 بامروت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو.( کیونکہ )ان میں سے جو بھی لغزش کھا کر گرتا ہے تو اللہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسے اوپر اٹھالیتا ہے.

20 خوف کا نتیجہ ناکامی اور شرم کا نتیجہ محرومی ہے اور فرصت کی گھڑیاں ( تیز رو )ابر کی طرح گزر جاتی ہیں.لہٰذا بھلائی کے ملے ہوئے موقعوں کو غنیمت جانو.

عوام میں ایک چیز خواہ کتنی ہی معیوب خیال کی جائے اور تحقیر آمیز نظروں سے دیکھی جائے

اگراس میں کوئی واقعی عیب نہیں ہےتو اس سے شرمانا سراسر نادانی ہے کیونکہ اس کیوجہ سے اکثر ان چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے جو دنیاو آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا باعث ہوتی ہیں. جیسے کوئی شخص اس خیال سے کہ لوگ اسے جاہل تصور کریں گے کسی اہم اور ضروری بات کے دریافت کرنے میں عار محسوس کرے تو یہ بے موقع و بے محل خودداری اس کے لیے علم ودانش سے محرومی کا سبب بن جائے گی, اس لیے کوئی ہوشمند انسان سیکھنے اور دریافت کرنے میں عار نہیں محسوس کرے گا. چنانچہ ایک سن رسیدہ شخص سے کہ جو بڑھاپے کے با وجود تحصیل علم کرتا تھا کہا گیا کہ ما تستحیٔ ان تتعلم علی الکبر » تمہیں بڑھاپے میں پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی. اس نے جواب میں کہا کہ « انالا استحی من الجھل علی الکبر فلیف استحی من التعلم علی الکبر » جب مجھے بڑھاپے میں جہالت سے شرم نہیں آئی تو اس بڑھاپے میں پڑھنے سے شرم کیسے آسکتی ہے. البتہ جن چیزوں میں واقعی برائی مفسد ہو ان کے ارتکاب سے شرم محسوس کرنا انسانیت اور شرافت کا جوہر ہے جیسے وہ اعمال ناشائستہ کہ جو شروع وعقل اور مذہب واخلاق کی رو سے مذموم ہیں. بہرحال حیاء کی پہلی قسم قبیح اور دوسری قسم حسن ہے. چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے.

جیا کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بتقاضائے عقل ہوتی ہے. یہ حیا علم ودانائی ہے. اور ایک وہ جو حماقت کے نتیجہ میں ہوتی ہے. یہ سراسر جہل ونادانی ہے.

21 ہمارا ایک حق ہے اگر وہ ہمیں دیا گیا تو ہم لے لیں گے. ورنہ ہم اونٹ کے پیچھے والے پٹھوں پر سوار ہوں گے. اگرچہ شب روی طویل ہو.

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ بہت عمدہ اور فصیح کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمیں ہمارا حق نہ دیا گیا تو ہم ذلیل وخوار سمجھے جائیں گے اور مطلب اس طرح نکلتا ہے کہ اونٹ کے پیچھے کے حصہ پر ردیف بن کر غلام اور قیدی یا اس قسم کے لوگ ہی سوار ہوا کرتے تھے.

سید رضی علیہ الرحمتہ کے تحریر کردہ معنی کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے حق کا کہ جو امام مفترض الطاعتہ ہونے کی حیثیت سے دوسروں پر واجب ہے اقرار کر لیا گیا اور ہمیں ظاہری خلافت کا موقع دیا گیا تو بہتر ورنہ ہمیں ہر طرح کی مشقتوں اور خواریوں کو برداشت کرنا پڑے گا, اور ہم اس تحقیر وتذلیل کی حالت میں زندگی کا ایک طویل عرصہ گزارنے پر مجبور ہوں گے.

بعض شارحین نے اس معنی کے علاوہ اور معنی بھی تحریر کئے ہیں. اور وہ یہ کہ اگر ہمیں ہمارے مرتبہ سے گرا کر اونٹ کے پچھے پر سوار ہوتا ہے وہ آگے ہوتا ہے اور بعض نے یہ معنی کہے ہیں کہ اگر ہمارا حق دے دیا گیا تو ہم اسے لے لیں گے, اور اگر نہ دیا گیا تو اس سوار کی مانند نہ ہوں گے جو اپنی سواری کی باگ دوسرے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے. کہ وہ جدھر اسے لے جانا چاہے لے جائے. بلکہ اپنے مطالبہ حق پر برقرار رہیں گے خواہ مدت دراز کیوں نہ گزر جائے اور کبھی اپنے حق سے دستبردار ہو کر غضب کرنے والوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں گے.

22 جسے اس کے اعمال پیچھے ہٹا دیں اسے حسب ونسب آگے نہیں بڑھا سکتا.

23 کسی مضطرب کی داد فریاد سننا اور مصیبت زدہ کو مصیبت سے چھٹکارا دلانا بڑے بڑے

گناہوں کا کفارہ ہے۔

24 اے آدم علیہ السّلام کے بیٹے جب تو دیکھے کہ اللہ تجھے پے در پے نعمتیں دے رہا ہے اور تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے تو اس سے ڈرتے رہنا۔

جب کسی کو گناہوں کے باوجود پے در پے نعمتیں حاصل ہو رہی ہوں تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اللہ اس سے خوش ہے اور یہ اس کی خوشنودی و نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ نعمتوں میں زیادتی شکر گزاری کی صورت میں ہوتی ہے۔ اور ناشکری کے نتیجہ میں نعمتوں کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں دوں گا اور اگر ناشکری کی تو پھر یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے۔

لہٰذا عصیان و ناسپاہی کی صورت میں برابر نعمتوں کا ملنا اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا ثمرہ نہیں ہو سکتا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اس صورت میں اسے نعمتیں دے کر شش و پنج میں ڈال دیا ہے کہ وہ نعمتوں کی فراوانی کو اس کی خوشنودی کا ثمرہ سمجھے۔ کیونکہ جب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ خطا کار عاصی ہے اور گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھ کر اس کا مرتکب ہو رہا ہے، تو اشتباہ کی کیا وجہ کہ وہ اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا تصور کرے بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ایک طرح کی آزمائش اور مہلت ہے تاکہ جب اس کی طغیانی و سرکشی انتہا کو پہنچ جائے تو اسے دفعتاً گرفت میں لے لیا جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اسے منتظر رہنا چاہیے کہ کب اس پر غضب الٰہی کا ورود ہو اور یہ نعمتیں اس سے چھین لی جائیں۔ اور محرومی و نامرادی کی عقوبتوں

میں اسے جکڑ لیا جائے۔

25 جس کسی نے بھی کوئی بات دل میں چھپا کہ رکھنا چاہی وہ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلے ہوئے الفاظ اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ضرور ہو جاتی ہے۔

انسان جن باتوں کو دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے, وہ کسی نہ کسی وقت زبان سے نکل ہی جاتی ہیں اور چھپانے کی کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عقل مصلحت اندیش اگرچہ نہیں پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے۔ مگر کبھی کسی اور اہم معاملہ میں الجھ کر ادھر سے غافل ہو جاتی ہے اور وہ بے اختیار لفظوں کی صورت میں زبان سے نکل جاتی ہیں اور جب عقل ملتفت ہوتی ہے تو تیر از کمان جستہ واپس پلٹایا نہیں جا سکتا اور اگر یہ صورت نہ بھی پیش آئے اور عقل پورے طور سے متنبہ و ہوشیار رہے ؂ جب بھی وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ چہرے کے خدوخال ذہنی تصورات کے غماز اور قلبی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ چہرے کی سرخی سے شرمندگی کا اور زردی سے خوف کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔

26 مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

مقصد یہ ہے کہ جب تک مرض شدت اختیار نہ کرے اسے اہمیت نہ دینا چاہیے کیونکہ اہمیت دینے سے طبیعت احساس مرض سے متاثر ہو کر اس کے اضافہ کا باعث ہو جایا کرتی ہے۔ اس لیے چلتے پھرتے رہنا اور اپنے کو صحت مند تصور کرنا تحلیل مرض کے علاوہ طبیعت کی قوت مدافعت کو مضمحل ہونے نہیں دیتا اور اس کی قوت معنوی کو برقرار رکھتا ہے اور قوت معنوی چھوٹے موٹے مرض کو خود ہی دبا یا کرتی ہے بشرطیکہ مرض کے وہم میں مبتلا ہو کر اسے سپر

انداختہ ہونے پر مجبور نہ کر دیا جائے.

27 بہترین زہد زہد کا مخفی رکھنا ہے.

28 جب تم (دنیا کو) پیٹھ دکھا رہے ہو.اور موت تمہاری طرف رخ کئے ہوئے بڑھ رہی ہے تو پھر ملاقات میں دیر کیسی؟

29 ڈرو! ڈرو! اس لیے کہ بخدا اس نے اس حد تک تمہاری پردہ پوشی کی ہے,کہ گویا تمہیں بخش دیا ہے.

30 حضرت علیہ السّلام سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا. ایمان چار ستونوں پر قائم ہے.صبر,یقین,عدل اور جہاد.پھر صبر کی چار شاخیں ہیں.اشتیاق,خوف,دنیا سے بے اعتنائی اور انتظار.اس لیے کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا,وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے گا وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا اور جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا,وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہوگا,وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا.اور یقین کی بھی چار شاخیں ہیں.روشن نگاہی,حقیقت رسی,عبرت اندوزی اور اگلوں کا طور طریقہ.چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم وعمل کی راہیں واضح ہوجائیں گی.اور جس کے لیے علم وعمل آشکار ہو جائے گا,وہ عبرت سے آشنا ہوگا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو اور عدل کی بھی چار شاخیں ہیں,تہوں تک پہنچنے والی فکر اور علمی گہرائی اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری.چنانچہ جس نے غور وفکر کیا,وہ علم کی گہرائیوں میں اترا,وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی.اس

نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی اور جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں۔ امر بالمعروف, نہی عن المنکر, تمام موقعوں راست گفتاری اور بدکرداروں سے نفرت۔ چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا, اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی, اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا, اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے فاسقوں کو برا سمجھا اور اللہ کے لیے غضبناک ہوا اللہ بھی اس کے لیے دوسروں پر غضبناک ہوگا اور قیامت کے دن اس کی خوشی کا سامان کرے گا

.

# باب ۲

## اقوال ۳۱ تا ۶۰

31 کفر بھی چار ستونوں پر قائم ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی کاوش, جھگڑالو پن, کج روی اور اختلاف۔ تو جو بے جا تعمق و کاوش کرتا ہے, وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا اور جو جہالت کی وجہ سے آئے دن جھگڑے کرتا ہے, وہ حق سے ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور جو حق سے منہ موڑ لیتا ہے۔ وہ اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑا رہتا ہے اور جو حق کی خلاف ورزی کرتا ہے, اس کے راستے بہت دشوار اور اس کے معاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور بچ نکلنے کی راہ اس کے لیے تنگ ہو جاتی ہے, شک کی بھی چار شاخیں ہیں, کٹ حجتی خوف سرگردانی اور باطل کے آگے جبیں سائی۔ چنانچہ جس نے لڑائی جھگڑے کو شیوہ بنا لیا, اس کی رات کبھی صبح سے ہمکنار نہیں ہو سکتی اور جس کو سامنے کی چیزوں نے ہول

میں ڈال دیا,وہ الٹے پیر پلٹ جاتا ہے اور جو شک وشبہہ میں سرگرداں رہتا ہے.اسے شیاطین اپنے پنجوں سے روند ڈالتے ہیں اور جس نے دنیا وآخرت کی تباہی کے آگے سر تسلیم خم کردیا.وہ دوجہاں میں تباہ وبرباد ہوا.

سید رضی فرماتے ہیں کہ ہم نے طوالت کے خوف اور اس خیال سے کہ اصل مقصد جو اس بات کا ہے فوت نہ,بقیہ کلام کو چھوڑ دیا ہے.

32 نیک کام کرنے والا خود اس کام سے بہتر اور برائی کا مرتکب ہونے والا خود اس برائی سے بدتر ہے.

33 سخاوت کرو لیکن فضول خرچی نہ کرو اور جزرسی کرو,مگر بخل نہیں.

34 بہترین دولت مندی یہ ہے کہ تمناؤں کو ترک کرے.

35 جو شخص لوگوں کے بارے میں جھٹ سے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے جو انہیں ناگوار گزریں تو پھر وہ اس کے لیے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جنہیں وہ جانتے نہیں.

36 جس نے طول طویل امیدیں باندھیں,اس نے اپنے اعمال بگاڑ لیے.

37 امیرالمومنین علیہ السّلام سے شام کی جانب روانہ ہوتے وقت مقام انبار کے زمینداروں کا سامنا ہوا,تو وہ آپ کو دیکھ کر پیادہ ہوگئے اور آپ کے سامنے دوڑنے لگے.آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا عام طریقہ ہے.جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم بجالاتے ہیں.آپ نے فرمایا.خدا کی قسم اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا البتہ تم اس دنیا میں اپنے کو زحمت ومشقت میں ڈالتے ہو,اور آخرت میں اس کی وجہ

سے بدبختی مول لیتے ہو, وہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اخروی ہو, اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو.

38 اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا مجھ سے چار اور پھر چار باتیں یاد رکھو. ان کے ہوتے ہوئے جو کچھ کرو گے, وہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے گا سب سے بڑی ثروت عقل و دانش ہے اور سب سے بڑی ناداری حماقت و بے عقلی ہے اور سب سے بڑی وحشت غرور خود بینیہے اور سب سے بڑا جوہر ذاتی حسن اخلاق ہے.

اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا تو نقصان پہنچائے گا .اور بخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمہیں اس کی مدد کی انتہائی احتیاج ہوگی, وہ تم سے دور بھاگے گا. اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا, وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے گا اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لیے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کر کے دکھائے گا.

39 مستحبات سے قرب الٰہی نہیں حاصل ہوسکتا جب کہ وہ واجبات میں سدراہ ہوں.

40 عقل مند کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے اور بے قوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے.

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ جملہ عجیب و پاکیزہ معنی کا حامل ہے. مقصد یہ ہے کہ عقلمند اس وقت زبان کھولتا ہے جب دل میں سوچ بچار اور غور و فکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے. لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے. اس طرح گویا عقلمند کی زبان اس کے دل

کے تابع ہے اور بے وقوف کا دل اس کی زبان کے تابع ہے.

41یہی مطلب دوسرے لفظوں میں بھی حضرت سے مروی ہے اور وہ یہ کہ « بے وقوف کا دل اس کے منہ میں ہے اور عقلمند کی زبان اس کے دل میں ہے ».بہر حال ان دونوں جملوں کا مقصد ایک ہی ہے.

42اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا.اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے.کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے.مگر وہ گناہوں کو مٹاتا,اور انہیں اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں .ہاں!ثواب اس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے ,اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاکدامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے.

سید رضی فرماتے ہیں کہ حضرت نے سچ فرمایا کہ مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے کیونکہ مرض تو اس قسم کی چیزوں میں سے ہے جن میں عوض کا استحقاق ہوتا ہے.اس لیے کہ عوض اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ جو امر عمل میں آئے.جیسے دکھ,درد,بیماری وغیرہ.اس کے مقابلہ میں اسے ملتا ہے.اور اجر و ثواب وہ ہے کہ کسی عمل پر اسے کچھ حاصل ہو.لہٰذا عوض اور ہے,اور اجر اور ہے اس فرق کو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے علم روشن اور رائے صائب کے مطابق بیان فرما دیا ہے.

43خباب ابن ارت کے بارے میں فرمایا.خدا خباب ابن ارت پر اپنی رحمت شامل حال

فرمائے وہ اپنی رضا مندی سے اسلام لائے اور بخوشی ہجرت کی اور ضرورت بھر قناعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی.

حضرت خباب ابن ارت پیغمبر کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین اولین میں سے تھے .انہوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں.چلچلاتی دھوپ میں کھڑے کئے گئے آگ پر لٹائے گئے.مگر کسی طرح پیغمبر اکرم کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا.بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآب کے ہمرکاب رہے.صفین ونہروان میں امیر المومنین علیہ السّلام کا ساتھ دیا.مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی.چنانچہ یہیں پر 37 برس کی عمر میں 93ئھ میں انتقال فرمایا.نماز جنازہ امیر المومنین علیہ السّلام نے پڑھائی اور بیرون کوفہ دفن ہوئے اور حضرت نے یہ کلمات ترحم ان کی قبر پر کھڑے ہوکر فرمائے.

44 خوشا نصیب اس کے جس نے آخرت کو یاد رکھا,حساب وکتاب کے لیے عمل کیا.ضرورت بھر قناعت کی اور اللہ سے راضی وخوشنود رہا.

45 اگر میں مومن کی ناک پر تلوار لگاوں کہ وہ مجھے دشمن رکھے,تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا.اور اگر تمام متاع دنیا کافر کے آگے ڈھیر کردوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا اس لیے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ہوگیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

اے علی علیہ السّلام ! کوئی مومن تم سے دشمنی نہ رکھے گا اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا.

46 وہ گناہ جس کا تمہیں رنج ہو اللہ کے نزدیک اس نیکی سے کہیں اچھا ہے جو تمہیں خود پسند

بنا دے۔

جو شخص ارتکاب گناہ کے بعد ندامت و پشیمانی محسوس کرے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے وہ گناہ کی عقوبت سے محفوظ اور توبہ کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور جو نیک عمل بجالانے کے بعد دوسروں کے مقابلہ میں برتری محسوس کرتا ہے اور اپنی نیکی پر گھمنڈ کرتے ہوءے یہ سمجھتا ہے کہ اب اس کے لیے کوئی کھٹکا نہیں رہا وہ اپنی نیکی کو برباد کر دیتا ہے اور حسن عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔ظاہر ہے کہ جو توبہ سے معصیت کے داغ کو صاف کر چکا ہو وہ اس سے بہتر ہوگا جو اپنے غرور کی وجہ سے اپنے کئے کرائے کو ضائع کر چکا ہو اور توبہ کے ثواب سے بھی اس کا دامن خالی ہو۔

47 انسان کی جتنی ہمت ہو اتنی ہی اس کی قدر و قیمت ہے اور جتنی مروت اور جوانمردی ہوگی اتنی ہی راست گوئی ہوگی,اور جتنی حمیت و خودداری ہوگی اتنی ہی شجاعت ہوگی اور جتنی غیرت ہوگی اتنی ہی پاک دامنی ہوگی۔

48 کامیابی دور اندیشی سے وابستہ ہے اور دور اندیشی فکر و تدبر کو کام میں لانے سے اور تدبر بھیدوں کو چھپا کر رکھنے سے۔

49 بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے کے حملہ سے ڈرتے رہو۔

مطلب یہ ہے کہ باعزت و باوقار آدمی کبھی ذلت و توہین گوارا نہیں کرتا۔اگر اس کی عزت و وقار پر حملہ ہوگا تو وہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹے گا اور ذلت کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دے گا اور اگر ذلیل و کم ظرف کو اس کی حیثیت سے بڑھا دیا جائے گا تو اس کا ظرف چھلک اٹھے گا اور وہ

خودکو بلند مرتبہ خیال کرتے ہوئے دوسروں کے وقار پر حملہ آور ہوگا۔

50 لوگوں کے دل صحرائی جانور ہیں, جوان کو سدھائے گا, اس کی طرف جھکیں گے۔

اس قول سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ انسانی قلوب اصل فطرت کے لحاظ سے وحشت پسند واقع ہوئے ہیں اور ان میں انس ومحبت کا جذبہ ایک اکتسابی جذبہ ہے۔ چنانچہ جب انس ومحبت کے دواعی اسباب پیدا ہوتے ہیں تو وہ مانوس ہوجاتے ہیں اور جب اس کے دواعی ختم ہوجاتے ہیں یا اس کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو وحشت کی طرف عود کر جاتے ہیں اور پھر بڑی مشکل سے محبت والتفات کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔

مرنجاں ولے را کہ ایں مرغ وحشی زبامے کہ برخوست مشکل نشنید

51 جب تک تمہارے نصیب یاور ہیں تمہارے عیب ڈھکے ہوئے ہیں۔

52 معاف کرنا سب سے زیادہ اسے زیب دیتا ہے جو سزا دینے پر قادر ہو۔

53 سخاوت وہ ہے جو بن مانگے ہو اور مانگے سے دینا یا شرم ہے یا بدگوئی سے بچنا۔

54 عقل سے بڑھ کر کوئی ثروت نہیں اور جہالت سے بڑھ کر کوئی بے مائیگی نہیں۔ ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں اور مشورہ سے زیادہ کوئی چیز معین ومددگار نہیں۔

55 صبر دو طرح کا ہوتا ہے ایک ناگوار باتوں پر صبر اور دوسرے پسندیدہ چیزوں سے صبر۔

56 دولت ہو تو پردیس میں بھی دیس ہے اور مفلسی ہو تو دیس میں بھی پردیس۔

57 قناعت وہ سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہوسکتا۔

«علامہ رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مروی ہے»۔

قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جو میسر ہو اس پر خوش وخرم رہے اور کم ملنے پر کبیدہ خاطر و شا کی نہ ہو اور اگر تھوڑے پر مطمئن نہیں ہو گا تو رشوت, خیانت اور مکروفریب ایسے محرمات اخلاقی کے ذریعہ اپنے دامن حرص کو بھرنے کی کوشش کرے گا. کیونکہ حرص کا تقاضا ہی یہ ہے جس طرح بن پڑے خواہشات کو پورا کیا جائے اور ان خواہشات کا سلسلہ کہیں پر رکنے نہیں پاتا, کیونکہ ایک خواہش کا پورا ہونا دوسری خواہش کی تمہید بن جایا کرتا ہے اور جوں جوں انسان کی خواہش کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے اس کی احتیاج بڑھتی ہی جاتی ہے. اس لیے کبھی محتاجی وبے اطمینانی سے نجات حاصل نہیں کرسکتا اگر اس بڑھتی ہوئی خواہش کو روکا جاسکتا ہے تو وہ صرف قناعت سے کہ جو ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ ہر ضرورت سے مستغنی بنا دیتی ہے اور لازوال سرمایہ ہے جو ہمیشہ کے لیے فارغ البال کردیتا ہے.

58 مال نفسانی خواہشوں کا سرچشمہ ہے.

59 جو (برائیوں سے) خوف دلائے وہ تمہارے لیے مژدہ سنانے والے کے مانند ہے.

60 زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے.

## باب ۳

### اقوال ۶۱ تا ۹۰

61 عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کے لپٹنے میں بھی مزہ آتا ہے.

62 جب تم پر سلام کیا جائے تو اس سے اچھے طریقہ سے جواب دو. اور جب تم پر کوئی احسان کرے تو اس سے بڑھ چڑھ کر بدلہ دو اگرچہ اس صورت میں بھی فضیلت پہل کرنے والے

ہی کی ہوگی.

63 سفارش کرنے والا امیدوار کے لیے بمنزلہ پر و بال ہوتا ہے.

64 دنیا والے ایسے سواروں کے مانند ہیں جو سو رہے ہیں اور سفر جاری ہے.

65 دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی ہے.

66 مطلب کا ہاتھ سے چلا جانا اہل کے آگے ہاتھ پھیلانے سے آسان ہے.

67 نا اہل کے سامنے حاجت پیش کرنے سے جو شرمندگی حاصل ہوتی ہے وہ محرومی کے اندوہ سے کہیں زیادہ روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے. اس لیے کے مقصد سے محرومی کو برداشت کیا جا سکتا ہے. مگر ایک دنی و فرومایہ کی زیر باری نا قابل برداشت ہوتی ہے. چنانچہ ہر با حمیت انسان نا اہل کے ممنون احسان ہونے سے اپنی حرمان نصیبی کو ترجیح دے گا, اور کسی پست و دنی کے آگے دست سوال دراز کرنا گوارا نہ کرے گا.

67 تھوڑا دینے سے شرماؤ نہیں کیونکہ خالی ہاتھ پھیرنا تو اس سے بھی گری ہوئی بات ہے.

68 عفت فقر کا زیور ہے اور شکر دولت مندی کی زینت ہے.

69 اگر حسب منشا تمہارا کام نہ بن سکے تو پھر جس حالت میں ہو مگن رہو.

70 جاہل کو نہ پاؤ گے مگر یا حد سے آگے بڑھا ہو یا اس سے بہت پیچھے.

71 جب عقل بڑھتی ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں.

بسیار گوئی پریشان خیالی کا اور پریشان خیالی عقل کی خامی کا نتیجہ ہوتی ہے. اور جب انسان کی عقل کامل اور فہم پختہ ہوتا ہے تو اس کے ذہن اور خیالات میں توازن پیدا ہو جاتا ہے. اور

عقل دوسرے قوائے بدنیہ کی طرح زبان پر بھی تسلط واقتدار حاصل کرلیتی ہے جس کے نتیجہ میں زبان عقل کے تقاضوں سے ہٹ کر اور بے سوچے سمجھے کھلنا گوارا نہیں کرتی اور ظاہر ہے کہ سوچ بچار کے بعد جو کلام ہوگا, وہ مختصر اور زوائد سے پاک ہوگا.

مر و چوں عقلس بیفزائد بکا ہد در سخن تا نیابد فرصت گفتار نکشاید ذہن

72 زمانہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ اور آرزوؤں کو دور کرتا ہے. جو زمانہ سے کچھ پالیتا ہے. وہ بھی رنج سہتا ہے اور جو کھو دیتا ہے وہ تو دکھ جھیلتا ہی ہے.

73 جو لوگوں کا پیشوا بنتا ہے تو اسے دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے خود کو تعلیم دینا چاہیے اور زبان سے درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت و کردار سے تعلیم دینا چاہیے. اور جو اپنے نفس کی تعلیم و تادیب کرلے, وہ دوسروں کی تعلیم و تادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے.

74 انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو اسے موت کی طرف بڑھائے لیے جارہا ہے.

یعنی جس طرح ایک قدم مٹ کر دوسرے قدم کے لیے جگہ خالی کرتا ہے اور یہ قدم فرسائی منزل کے قرب کا باعث ہوتی ہے, یونہی زندگی کی ہر سانس پہلی سانس کے لیے پیغام فنا بن کر کاروان زندگی کو موت کی طرف بڑھائے لیے جاتی ہے. گویا جس سانس کی آمد کو پیغام حیات سمجھا جاتا ہے, وہی سانس زندگی کے ایک لمحے کے فنا ہونے کی علامت اور منزل موت سے قرب کا باعث ہوتی ہے کیونکہ ایک سانس کی حیات دوسری سانس کے لیے موت ہے اور انہی فنا بردوش سانسوں کے مجموعے کا نام زندگی ہے.

ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے میت فانی

زندگی نام ہے مرمر کے جیے جانے کا

75 جو چیز شمار میں آئے اسے ختم ہونا چاہیے اور جسے آنا چاہیے وہ آ کر رہے گا۔

76 جب کسی کام میں اچھے برے کی پہچان نہ رہے تو آغاز کو دیکھ کر انجام کو پہچان لینا چاہیے۔ ایک بیج کو دیکھ کر کاشتکار یہ حکم لگا سکتا ہے کہ اس سے کون سا درخت پیدا ہوگا۔اس کے پھل پھول اور پتے کیسے ہوں گے,اس کا پھیلاؤ اور بڑھاؤ کتنا ہوگا۔اسی طرح ایک طالب علم کی سعی وکوشش کو دیکھ کر اس کی کامیابی پر,اور دوسرے کی آرام طلبی وغفلت کو دیکھ کر اس کی ناکامی پر حکم لگایا جا سکتا ہے,کیونکہ اوائل اواخر کے اور مقدمات,نتائج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔لہٰذا کسی چیز کا انجام سجھائی نہ دیتا ہو تو اس کی ابتدائی کو دیکھا جائے۔اگر ابتدا بری ہوگی تو انتہا بھی بری ہوگی اور اگر ابتدا اچھی ہوگی تو انتہا بھی اچھی ہوگی۔

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا

77 جب ضرار ابن ضمرۃ صنبائی معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ نے امیرالمومنین علیہ السّلام کے متعلق ان سے سوال کیا,تو انہوں نے کہا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بعض موقعوں پر آپ کو دیکھا جب کہ رات اپنے دامن ظلمت کو پھیلا چکی تھی۔تو آپ محراب عبادت میں ایستادہ ریش مبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے مار گزیدہ کی طرح تڑپ رہے تھے اور غم رسیدہ کی طرح رو رہے تھے کہہ رہے تھے۔

اے دنیا!اے دنیا!دور ہو مجھ سے کیا میرے سامنے اپنے کو لاتی ہے؟یا میری دلدادہ وفریفتہ

بن کر آئی ہے. تیرا وہ وقت نہ آئے (کہ تو مجھے فریب دے سکے) بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے جا کسی اور کو جلا دے مجھے تیری خواہش نہیں ہے. میں تو تین بار تجھے طلاق دے چکا ہوں کہ جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں. تیری زندگی تھوڑی, تیری اہمیت بہت ہی کم اور تیری آرزو ذلیل وپست ہے افسوس زادراہ تھوڑا, راستہ طویل سفر دور دراز اور منزل سخت ہے.

اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ جب معاویہ نے ضرار کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور کہنے لگا کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے وہ واقعاً ایسے ہی تھے, پھر ضرار سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ضرار ان کی مفارقت میں تمہارے رنج واندوہ کی کیا حالت ہے ضرار نے کہا کہ بس یہ سمجھ لو کہ میرا غم اتنا ہی ہے جتنا اس ماں کا ہوتا ہے جس کی گود میں اس کا اکلوتا بچہ ذبح کر دیا جائے.

78ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا ہمارا اہل شام سے لڑنے کے لیے جانا قضا وقدر سے تھا؟ تو آپ نے ایک طویل جواب دیا. جس کا ایک منتخب حصہ یہ ہے.

خدا تم پر رحم کرے شاید تم نے حتمی ولازمی قضاء وقدر سمجھ لیا ہے (کہ جس کے انجام دینے پر ہم مجبور ہیں) اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ ثواب کا کوئی سوال پیدا ہوتا نہ عذاب کا نہ وعدے کے کچھ معنی رہتے نہ وعید کے. خداوند عالم نے تو بندوں کو خود مختار بنا کر مامور کیا ہے اور (عذاب سے) ڈراتے ہوئے انہی کی ہے اس نے سہل وآسان تکلیف دی ہے اور دشواریوں سے بچائے رکھا ہے وہ تھوڑے کئے پر زیادہ اجر دیتا ہے. اس کی نافرمانی اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ دب گیا ہے اور نہ اس کی اطاعت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس نے مجبور کر رکھا ہے اس نے

پیغمبروں کو بطور تفریح نہیں بھیجا اور بندوں کے لیے کتابیں بے فائدہ نہیں اتاری ہیں اور نہ آسمان وزمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو بیکار پیدا کیا ہے. یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے. جنہوں نے کفر اختیار کیا آتش جہنم کے عذاب سے.

اس روایت کا تتمہ یہ ہے پھر اس شخص نے کہا کہ وہ کون سی قضاء وقدر تھی جس کی وجہ سے ہمیں جانا پڑا آپ نے کہا کہ قضا کے معنی حکم باری کے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے. وقضی ربّک الا تعبدو االا ایاہ اور تمہارے پروردگار نے تو حکم دے دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا . یہاں پر قضی بمعنی امر کے ہے.

79 حکمت کی بات جہاں کہیں ہو اسے حاصل کرو کیونکہ حکمت منافق کے سینہ میں بھی ہوتی ہے. لیکن جب تک اس ( کی زبان ) سے نکل کر مومن کے سینہ میں پہنچ کر دوسری حکمتوں کے ساتھ بہل نہیں جاتی تڑپتی رہتی ہے.

80 حکمت مومن ہی کی گمشدہ چیز ہے اسے حاصل کرو اگرچہ منافق سے لینا پڑے.

81 ہر شخص کی قیمت وہ ہنر ہے جو اس شخص میں ہے.

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا انمول جملہ ہے کہ نہ کوئی حکیمانہ بات اس کے ہم وزن ہو سکتی ہے, اور نہ کوئی جملہ اس کا ہم پایہ ہوسکتا ہے.

انسان کی حقیقی قیمت اس کا جوہر علم وکمال ہے. وہ علم وکمال کی جس بلندی پر فائز ہوگا, اسی کے مطابق اس کی قدر ومنزلت ہوگی چنانچہ جوہر شناس نگاہیں شکل وصورت, بلندی قدو قامت اور ظاہری جاہ وحشمت کو نہیں دیکھتیں بلکہ انسان کے ہنر کو دیکھتی ہیں اور اسی ہنر کے لحاظ سے

اس کی قیمت ٹھہراتی ہیں. مقصد یہ ہے کہ انسان کو اکتساب فضائل و تحصیل علم و دانش میں
جدو جہد کرنا چاہیے.
82 تمہیں ایسی پانچ باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے کہ اگرانہیں حاصل کرنے کے لیے اونٹوں
کو ایڑ لگا کر تیز ہنکاؤ تو وہ اسی قابل ہوں گی. تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس
نہ لگائے اوراس کے گناہ کے علاوہ کسی شے سے خوف نہ کھائے اور اگر تم میں سے کسی سے
کوئی ایسی بات پوچھی جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا اور
اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا تو اس کے سیکھنے میں شرمائے نہیں, اور صبر و شکیبائی اختیار کرو
کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے. اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے
, یونہی ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں.
ہر کرا صبر نیست ایمان نیست
83 ایک شخص نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی حالانکہ وہ آپ سے عقیدت وارادت نہ رکھتا
تھا تو آپ نے فرمایا جو تمہاری زبان پر ہے میں اس سے کم ہوں اور جو تمہارے دل میں ہے
اس سے زیادہ ہوں.
84 تلوار سے بچے کھچے لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں اور ان کی نسل زیادہ ہوتی ہے.
85 جس کی زبان پر کبھی یہ جملہ نہ آئے کہ « میں نہیں جانتا». تو وہ چوٹ کھانے کی جگہوں پر
چوٹ کھا کر رہتا ہے.
86 بوڑھے کی رائے مجھے جوان کی ہمت سے زیادہ پسند ہے (ایک روایت میں یوں ہے کہ

بوڑھے کی رائے مجھے جوان کے خطرہ میں ڈٹے رہنے سے زیادہ پسند ہے )

87اس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جو توبہ کی گنجائش کے ہوتے ہوئے مایوس ہو جائے.

88ابوجعفر محمد ابن علی الباقر علیہما السلام نے روایت کی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلا منے فرمایا:

دنیا میں عذاب خدا سے دو2 چیزیں باعث امان تھیں ایک ان میں سے اٹھ گئی مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے. لہٰذا اسے مضبوطی سے تھامے رہو. وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم تھے اور وہ امان جو باقی رہ گئی ہے وہ توبہ واستغفار ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا. «اللہ لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو». اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اتارے گا, جب کہ یہ لوگ توبہ واستغفار کر رہے ہوں گے.

سید رضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ بہترین استخراج اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے.

89 جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو ٹھیک رکھا, تو اللہ اس کے اور لوگوں کے معاملات سلجھائے رکھے گا اور جس نے اپنی آخرت کو سنوار لیا تو خدا اس کی دنیا بھی سنوار دے گا اور جو خود کو وعظ و پند کرلے, تو اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت ہوتی رہے گی.

90پورا عالم ودانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش وراحت سے ناامید نہ کرے, اور نہ انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کردے.

# باب ٤

## اقوال ۹۱ تا ۱۲۰

91 یہ دل بھی اسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اکتا جاتے ہیں. لہٰذا (جب ایسا ہوتو) ان کے لیے لطیف حکیمانہ نکات تلاش کرو.

92 وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے, اور وہ علم بہت بلند مرتبہ ہے جو اعضاو جوارح سے نمودار ہو.

93 تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ «اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں اس لیے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو, بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے کیونکہ اللہ سبحان کا ارشاد ہے اور اس بات کو جانے رہو کہ تمہارا مال اور اولا دفتنہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعے آزماتا ہے تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی قسمت پر شاکر ہے اگر چہ اللہ سبحانہ ان کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتے. لیکن یہ آزمائش اس لیے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے کیونکہ بعض اولا دنرینہ کو چاہتے ہیں, اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں.

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ان عجیب وغریب باتوں میں سے ہے جو تفسیر کے سلسلہ میں آپ سے وارد ہوئی ہیں.

94 آپ سے دریافت کیا گیا کہ نیکی کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ نیکی یہ نہیں کہ تمہارے مال واولاد میں فراوانی ہو جائے. بلکہ خوبی یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو, اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو اب اگر اچھا کام کرو تو اللہ کا شکر بجالاؤ, اور اگر کسی برائی کا ارتکاب کرو تو توبہ واستغفار کرو, اور دنیا میں صرف دو اشخاص کے لیے بھلائی ہے. ایک وہ جو گناہ کرے تو توبہ سے اس کی تلافی کرے اور دوسرا وہ جو نیک کام میں تیز گام ہو.

95 جو عمل تقویٰ کے ساتھ انجام دیا جائے وہ تھوڑا نہیں سمجھا جا سکتا اور مقبول ہونے والا عمل تھوڑا کیونکر ہو سکتا ہے؟

96 انبیا سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو ان کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہوں (پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی) ابراہیم سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کی تھی جو ان کے فرمانبردار تھے. اور اب اس نبی اور ایمان لانے والوں کی خصوصیت ہے. (پھر فرمایا) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ ان سے کوئی قرابت نہ رکھتا ہو, اور ان کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے, اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو.

97 ایک خارجی کے متعلق آپ علیہ السّلام نے سنا کہ وہ نماز شب پڑھتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو آپ نے فرمایا یقین کی حالت میں سونا شک کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے.

98 جب کوئی حدیث سنو تو اسے عقل کے معیار پر پرکھ لو X صرف نقل الفاظ پر بس نہ کرو

,کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں اور اس میں غور کرنے والے کم ہیں.

99 ایک شخص کو انا للہ وانا الیہ راجعون ( ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف پلٹنا ہے ) کہتے سنا تو فرمایا کہ ہمارا یہ کہنا کہ « ہم اللہ کے ہیں ». اس کے مالک ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے. یہ اپنے لیے فنا کا اقرار ہے.

100 کچھ لوگوں نے آپ علیہ السّلام کے روبرو آپ علیہ السّلام کی مدح وستائش کی,تو فرمایا .اے اللہ! تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے,اور ان لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کو میں پہچانتا ہوں .اے خدا جو ان لوگوں کا خیال ہے ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور ان ( لغزشوں ) کو بخش دے جن کا انہیں علم نہیں.

101 حاجت روائی تین چیزوں کے بغیر پائدار نہیں ہوتی .اسے چھوٹا سمجھا جائے تا کہ وہ بڑی قرار پائے اسے چھپایا جائے تا کہ وہ خود بخود ظاہر ہو اور اس میں جلدی کی جائے تا کہ وہ خوش گوار ہو.

102 لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں وہی بارگاہوں میں مقرب ہوگا جو لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا ہو اور وہی خوش مذاق سمجھا جائے گا جو فاسق و فاجر ہو اور انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا صدقہ کو لوگ خسارہ اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے اور عبادت لوگوں پر تفوق جتلانے کے لیے ہوگی. ایسے زمانہ میں حکومت کا دارومدار عورتوں کے مشورے,نو خیز لڑکوں کی کارفرمائی اور خواجہ سراؤں کی تدبیر و رائے پر ہوگا.

103 آپ کے جسم پر ایک بوسیدہ اور پیوندار جامہ دیکھا گیا تو آپ سے اس کے بارے

میں کہا گیا,آپ نے فرمایا!اس سے دل متواضع اور نفس رام ہوتا ہےاور مومن اس کی تاسی کرتے ہیں.دنیااور آخرت آپس میں دونا سازگار دشمن اور دو2 جدا جدا راستے ہیں.چنانچہ جودنیا کو چاہے گا اور اس سے دل لگاءے گا.وہ دونوں بمنزلہ مشرق ومغرب کے ہیں اور ان دونوں سمتوں کے درمیان چلنے والا جب بھی ایک سے قریب ہوگا تو دوسرے سے دور ہونا پڑے گا.پھران دونوں کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسا دو2 سمتوں کا ہوتا ہے.

104 نوف ابن فضالہ بکالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرش خواب سے اٹھے ایک نظر ستاروں پر ڈالی اور پھر فرمایا اے نوف!سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟میں نے کہا کہ یا امیر المومنین علیہ السّلا مجاگ رہا ہوں.فرمایا!اے نوف!خوشا نصیب ان کے کہ جنھوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا,اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے.یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین کو فرش,مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوش گوار قرار دیا.قرآن کو سینے سے لگایا اور دعا کو سپر بنایا.پھر حضرت مسیح کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ ہو گئے.

اے نوف!داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اٹھے اور فرمایا کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دعا مانگے مستجاب ہوگی سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا,یا لوگوں کی برائیاں کرنے والا,یا(کسی ظالم حکومت کی)پولیس میں ہو یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو.

سید رضی کہتے ہیں کہ عرطبہ کے معنی سارنگی اور کوبہ کے معنی ڈھول کے ہیں اور ایک قول یہ ہے

کہ عرطبہ کے معنی ڈھول اور کوبہ کے معنی طنبورہ کے ہیں۔

105 اللہ نے چند فرائض تم پر عائد کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو۔ اور تمہارے حدود کار مقرر کر دیئے گئے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ اس نے چند چیزوں سے تمہیں منع کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو، اور جن چند چیزوں کا اس نے حکم بیان نہیں کیا، انہیں بھولے سے نہیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا خواہ مخواہ انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔

106 جو لوگ اپنی دنیا سنوارنے کے لیے دین سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں تو خدا اس دنیاوی فائدہ سے کہیں زیادہ ان کے لیے نقصان کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے۔

107 بہت سے پڑھے لکھوں کو (دین سے) بے خبری تباہ کر دیتی ہے اور جو علم ان کے پاس ہوتا ہے انہیں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

108 اس انسان سے بھی زیادہ عجیب وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اس کی ایک رگ کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا ہے اور وہ دل ہے جس میں حکمت و دانائی کے ذخیرے ہیں اور اس کے برخلاف بھی صفتیں پائی جاتی ہے ں اگر اسے امید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع اسے ذلت میں مبتلا کرتی ہے اور اگر طمع ابھرتی ہے تو اسے حرص تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اگر ناامیدی اس پر چھا جاتی ہے تو حسرت و اندوہ اس کے لیے جان لیوا بن جاتے ہیں اور اگر غضب اس پر طاری ہوتا ہے تو غم و غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے اور اگر خوش و خوشنود ہوتا ہے تو حفظ ما تقدم کو بھول جاتا ہے اور اگر اچانک اس پر خوف طاری ہوتا ہے تو فکر و اندیشہ دوسری قسم کے تصورات سے اسے روک دیتا ہے۔ اگر امن امان کا دور دورہ ہوتا ہے تو غفلت اس پر قبضہ

کر لیتی ہے اور اگر مال دولتمندی اسے سرکش بنا دیتی ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے تابی و بے قراری اسے رسوا کر دیتی ہے۔ اور اگر فقر و فاقہ کی تکلیف میں مبتلا ہو تو مصیبت و ابتلا اسے جکڑ لیتی ہے اور اگر بھوک اس پر غلبہ کرتی ہے۔ ناتوانی اسے اٹھنے نہیں دیتی اور اگر شکم پری بڑھ جاتی ہے تو یہ شکم پری اس کے لیے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے کوتاہی اس کے لیے نقصان رساں اور حد سے زیادتی اس کے لیے تباہ کن ہوتی ہے۔

109 ہم (اہلبیت) ہی وہ نقطہ اعتدال ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے کو اس سے آ کر ملنا ہے اور آگے بڑھ جانے والے کو اس کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

110 حکم خدا کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو (حق معاملہ میں) نرمی نہ برتے عجز و کمزوری کا اظہار نہ کرے اور حرص و طمع کے پیچھے نہ لگ جائے۔

111 سہل ابن حنیف انصاری حضرت کو سب لوگوں میں زیادہ عزیز تھے یہ جب آپ کے ہمراہ صفین سے پلٹ کر کوفہ پہنچے تو انتقال فرما گئے جس پر حضرت نے فرمایا۔

اگر پہاڑ بھی مجھے دوست رکھے گا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کی آزمائش کڑی اور سخت ہوتی ہے۔ اس لیے مصیبتیں اس کی طرف لپک کر بڑھتی ہے اور ایسی آزمائش انہی کی ہوتی ہے جو پرہیزگار نیکوکار منتخب و برگزیدہ ہوتے ہیں اور ایسا ہی آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔

112 جو ہم اہل بیت سے محبت کرے اسے جامہ فقر پہننے کے لیے آمادہ رہنا چاہیے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد کے ایک اور معنی بھی کئے گئے ہیں جس کے ذکر کا یہ محل نہیں ہے۔

شاید اس روایت کے دوسرے معنی یہ ہوں کہ جو ہمیں دوست رکھتا ہے اسے دنیا طلبی کے لیے تنگ ودونہ کرنا چاہیے خواہ اس کے نتیجہ میں اسے فقر وافلاس سے دو چار ہونا پڑے بلکہ قناعت اختیار کرتے ہوئے دنیا طلبی سے الگ رہنا چاہیے۔

113 عقل سے بڑھ کر کوئی مال سود مند اور خود بینی سے بڑھ کر کوئی تنہائی وحشت ناک نہیں اور تدبر سے بڑھ کر کوئی عقل کی بات نہیں اور کوئی بزرگی تقویٰ کے مثل نہیں اور خوش خلقی سے بہتر کوئی ساتھی اور ادب کے مانند کوئی میراث نہیں اور توفیق کے مانند کوئی پیشرو اور اعمال خیر سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں اور ثواب کا ایسا کوئی نفع نہیں اور کوئی پرہیز گاری شبہات میں توقف سے بڑھ کر نہیں اور حرام کی طرف بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی زہد اور تفکر اور پیش بینی سے بڑھ کر کوئی علم نہیں اور ادائے فرائض کے مانند کوئی عبادت اور حیا وصبر سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں اور فروتنی سے بڑھ کر کوئی سرفرازی نہیں اور علم کے مانند کوئی بزرگی وشرافت نہیں حلم کے مانند کوئی عزت اور مشورہ سے مضبوط کوئی پشت پناہ نہیں

114 جب دنیا اور اہل دنیا میں نیکی کا چلن ہو, اور پھر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے کہ جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی سوءِ ظن رکھے تو اس نے اس پر ظلم وزیادتی کی اور جب دنیا واہل دنیا پر شر وفساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے حسن ظن رکھے تو اس نے (خود ہی اپنے آپ کو) خطرے میں ڈالا۔

115 امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپ علیہ السّلام کا حال کیسا ہے؟ تو آپ علیہ السّلا م نے فرمایا کہ اس کا حال کیا ہوگا جسے زندگی موت کی طرف لیے جا رہی ہو, اور

جس کی صحت بیماری کا پیش خیمہ ہو اور جسے اپنی پناہ گاہ سے گرفت میں لے لیا جائے۔

116 کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے ہیں اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں ہے۔

117 میرے بارے میں دو 2 قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوئے۔ ایک وہ چاہنے والا جو حد سے بڑھ جائے اور ایک وہ دشمنی رکھنے والا جو عداوت رکھے۔

118 موقع کو ہاتھ سے جانے دینا رنج و اندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

119 دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کے اندر زہر ہلاہل بھرا ہوتا ہے، فریب خوردہ جاہل اس کی طرف کھنچتا ہے اور ہوشمند و دانا اس سے بچ کر رہتا ہے۔

120 حضرت سے قریش کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ (قبیلہ) بنی مخزوم قریش کا مہکتا ہوا پھول ہیں، ان کے مردوں سے گفتگو اور ان کی عورتوں سے شادی پسندیدہ ہے اور بنی عبد شمس دور اندیش اور پیٹھ پیچھے کی اوجھل چیزوں کی پوری روک تھام کرنے والے ہیں لیکن ہم (بنی ہاشم) تو جو ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے صرف کر ڈالتے ہیں، اور موت آنے پر جان دیتے ہیں۔ بڑے جوانمرد ہوتے ہیں اور یہ بنی (عبد شمس) گنتی میں زیادہ حیلہ باز اور بد صورت ہوتے ہیں اور ہم خوش گفتار خیر خواہ اور خوب صورت ہوتے ہیں۔

# باب ۵

## اقوال ۱۲۱ تا ۱۵۰

121 ان دونوں قسم کے عملوں میں کتنا فرق ہے ایک وہ عمل جس کی لذت مٹ جائے لیکن اس کا وبال رہ جائے اور ایک وہ جس کی سختی ختم ہو جائے لیکن اس کا اجر و ثواب باقی رہے.

122 حضرت ایک جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے کہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز سنی جس پر آپ نے فرمایا:

گویا اس دنیا میں موت ہمارے علاوہ دوسروں کے لیے لکھی گئی ہے اور گویا یہ حق (موت) دوسروں ہی پر لازم ہے اور گویا جن مرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں, وہ مسافر ہیں جو عنقریب ہماری طرف پلٹ آئیں گے. ادھر ہم انہیں قبروں میں اتارتے ہیں ادھر ان کا ترکہ کھانے لگتے ہیں گویا ان کے بعد ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں. پھر یہ کہ ہم نے ہر پند و نصیحت کرنے والے کو وہ مرد ہو یا عورت بھلا دیا ہے اور ہر آفت کا نشانہ بن گئے ہیں.

123 خوشا نصیب اس کے کہ جس نے اپنے مقام پر فروتنی اختیار کی جس کی کمائی پاک و پاکیزہ نیت نیک اور خصلت و عادت پسندیدہ رہی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں صرف کیا بے کار باتوں سے اپنی زبان کو روک لیا, مردم آزادی سے کنارہ کش رہا, سنت اسے ناگوار نہ ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا.

سید رضی کہتے ہیں.

کہ کچھ لوگوں نے اس کلام کو اور اس سے پہلے کلام کو رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کی طرف

منسوب کیا ہے.

124 عورت کا غیرت کرنا کفر ہے, اور مرد کا غیور ہونا ایمان ہے.

مطلب یہ ہے کہ جب مرد کو چار عورتیں تک کرنے کی اجازت ہے تو عورت کا سوت گوارا نہ کر نا حلال خدا سے ناگواری کا اظہار اور ایک طرح سے حلال کو حرام سمجھنا ہے اور یہ کفر کے ہمپایہ ہے, اور چونکہ عورت کے لیے متعدد شوہر کرنا جائز نہیں ہے, اس لیے مرد کا اشتراک گوارا نہ کرنا اس کی غیرت کا تقاضا اور حرام خدا کو حرام سمجھنا ہے اور یہ ایمان کے مترادف ہے.

مرد و عورت میں یہ تفریق اس لیے ہے تا کہ تولید و بقائے نسل انسانی میں کوئی روک پیدا نہ ہو , کیونکہ یہ مقصد اسی صورت میں بدرجہ اتم حاصل ہو سکتا ہے جب مرد کے لیے تعدد ازواج کی اجازت ہو , کیونکہ ایک مرد سے ایک ہی زمانہ میں متعدد اولادیں ہو سکتی ہیں اور عورت اس سے معذور و قاصر ہے کہ وہ متعدد مردوں کے عقد میں آنے سے متعدد اولادیں پیدا کر سکے . کیونکہ زمانہ حمل میں دوبارہ حمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا. اس کے علاوہ اس پر ایسے حالات بھی طاری ہوتے رہتے ہیں کہ مرد کو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑتی ہے. چنانچہ حیض اور رضاعت کا زمانہ ایسا ہوتا ہی ہے جس سے تولید کا سلسلہ رک جاتا ہے اور اگر متعدد ازواج ہونگی تو سلسلہ تولید جاری رہ سکتا ہے کیونکہ متعدد بیویوں میں سے کوئی نہ کوئی بیوی ان عوارض سے خالی ہوگی جس سے نسل انسانی کی ترقی کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا. کیونکہ مرد کے لیے ایسے مواقع پیدا نہیں ہوتے کہ جو سلسلہ تولید میں روک بن سکیں. اس لیے خداوند عالم نے مردوں کے لیے تعدد ازواج کو جائز قرار دیا ہے, اور عورتوں کے لیے یہ صورت رکھی کہ وہ

بوقت واحد متعدد مردوں کے عقد میں نہ آئیں۔کیونکہ ایک عورت کا کئی شوہر کرنا غیرت و شرافت کے بھی منافی ہے اور اس کے علاوہ ایسی صورت میں نسب کی بھی تمیز نہ ہو سکے گی کہ کون کس کی صلب سے ہے چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ مرد ایک وقت میں چار بیویاں تک کر سکتا ہے اور عورت ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں کر سکتی۔

حضرت نے فرمایا کہ مرد جب متعدد عورتوں سے نکاح کرے گا تو اولاد بہر صورت اسی کی طرف منسوب ہوگی اور اگر عورت کے دو2 یا دو سے زیادہ شوہر ہوں گے تو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون کس کی اولاد اور کس شوہر سے ہے لہٰذا ایسی صورت میں نسب مشتبہ ہو کر رہ جائے گا اور صحیح باپ کی تعیین نہ ہو سکے گی۔اور امر اس مولود کے مفاد کے بھی خلاف ہوگا۔کیونکہ کوئی بھی بحیثیت باپ کے اس کی تربیت کی طرف متوجہ نہ ہوگا جس سے وہ اخلاق و آداب سے بے بہرہ اور تعلیم و تربیت سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔

125 میں اسلام کی ایسی صحیح تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی .اسلام سر تسلیم خم کرنا ہے اور سر تسلیم جھکانا یقین ہے اور یقین تصدیق ہے اور تصدیق اعتراف فرض کی بجا آوری ہے اور فرض کی بجا آوری عمل ہے۔

126 مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ وہ جس فقر و ناداری سے بھاگنا چاہتا ہے,اس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور جس ثروت و خوش حالی کا طالب ہوتا ہے وہی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے وہ دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں دولت مندوں کا سا اس

سے محاسبہ ہوگا,اور مجھے تعجب ہوتا ہے۔متکبر ومغرور پر کہ جو کل ایک نطفہ تھا,اور کل کو مردار ہوگا .اور مجھے تعجب ہے اس پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کائنات کو دیکھتا ہے اور پھر اس کے وجود میں شک کرتا ہے اور تعجب ہے اس پر جو مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور پھر موت کو بھولے ہوئے ہے۔اور تعجب ہے اس پر کہ جو پہلی پیدائش کو دیکھتا ہے اور پھر دوبارہ اٹھاءے جانے سے انکار کرتا ہے اور تعجب ہے اس پر جو سرائے فانی کو آباد کرتا ہے اور منزل جاودانی کو چھوڑ دیتا ہے۔

127 جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے,وہ رنج واندوہ میں مبتلا رہتا ہے اور جس کے مال وجان میں اللہ کا کچھ حصہ نہ ہو اللہ کو ایسے کی کوئی ضرورت نہیں۔

128 شروع سردی میں سردی سے احتیاط کرو اور آخر میں اس کا خیر مقدم کرو,کیونکہ سردی جسموں میں وہی کرتی ہے,جو وہ درختوں میں کرتی ہے کہ ابتدائی میں درختوں کو جھلس دیتی ہے,اور انتہا میں سرسبز وشاداب کرتی ہے۔

موسم خزاں میں سردی سے بچاؤ اس لیے ضروری ہے کہ موسم کی تبدیلی سے مزاج میں انحراف پیدا ہوجاتا ہے,اور نزلہ وزکام اور کھانسی وغیرہ کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔وجہ یہ ہوتی ہے کہ بدن گرمی کے عادی ہوچکے ہوتے ہیں کہ ناگاہ سردی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس سے دماغ کے مسامات سکڑ جاتے ہیں,اور مزاج میں برودت ویبوست بڑھ جاتی ہے چنانچہ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد فوراً ٹھنڈے پانی سے نہانا اسی لیے مضر ہے کہ گرم پانی سے مسامات کھل چکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ پانی کے اثرات کو فوراً قبول کرلیتے ہیں

اور نتیجہ میں حرارت غریزی کو نقصان پہنچتا ہے البتہ موسم بہار میں سردی سے بچاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ پہلے ہی سے سردی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں اس لیے بہار کی معتدل سردی بدن پر ناخوشگوار اثر نہیں ڈالتی, بلکہ سردی کا زور ٹوٹنے سے بدن میں حرارت و رطوبت بڑھ جاتی ہے جس سے نشوونما میں قوت آتی ہے, حرارت غزیری ابھرتی ہے اور جسم میں نمو طبیعت میں شگفتگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے.

اسی طرح عالم نباتات پر بھی تبدیلی موسم کا یہی اثر ہوتا ہے چنانچہ موسم خزاں میں برودت و پیوست کے غالب آنے سے پتے مرجھا جاتے ہیں روح نباتاتی افسردہ ہو جاتی ہے, چمن کی حسن و تازگی مٹ جاتی ہے اور سبزہ زاروں پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور موسم بہاران کے لیے زندگی کا پیغام لے کر آتا ہے اور بار آور ہواؤں کے چلنے سے پتے اور شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں اور شجر سرسبز و شاداب اور دشت و صحرا سبزہ پوش ہو جاتے ہیں.

129 اللہ کی عظمت کا احساس تمہاری نظروں میں کائنات کو حقیر و پست کر دے.

130 صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ سے باہر قبرستان پر نظر پڑی تو فرمایا:

اے وحشت افزا گھروں, اجڑے مکانوں اور اندھیری قبروں کے رہنے والو! اے خاک نشینو! اے عالم غربت کے ساکنوں اے تنہائی اور الجھن میں بسر کرنے والو! تم تیز رو ہو جو ہم سے آگے بڑھ گئے ہو اور ہم تمہارے نقش قدم پر چل کر تم سے ملا چاہتے ہیں. اب صورت یہ ہے کہ گھروں میں دوسرے بس گئے ہیں بیویوں سے اوروں نے نکاح کر لیے ہیں اور

تمہارا مال واسباب تقسیم ہو چکا ہے یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے۔اب تمہارے یہاں کی کیا خبر ہے۔

(پھر حضرت اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا) اگر انہیں بات کرنے کی اجازت دی جائے۔تو یہ تمہیں بتائیں گے کہ بہترین زادراہ تقویٰ ہے۔

131 ایک شخص کو دنیا کی برائی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا! اے دنیا کی برائی کرنے والے اس کے فریب میں مبتلا ہونے والے! اور غلط سلط باتوں کے دھوکے میں آنے والے! تم اس پر گرویدہ بھی ہوتے ہو, اور پھر اس کی مذمت بھی کرتے ہو۔کیا تم دنیا کو مجرم ٹھہرانے کا حق رکھتے ہو؟ یا وہ تمہیں مجرم ٹھہرائے تو حق بجانب ہے؟ دنیا نے کب تمہارے ہوش وحواس سلب کئے اور کس بات سے فریب دیا؟ کیا ہلاکت و کہنگی سے تمہارے باپ دادا کے بے جان ہو کر گرنے سے یا مٹی کے نیچے تمہاری ماؤں کی خواب گاہوں سے؟ کتنی تم نے بیماروں کی دیکھ بھال کی, اور کتنی دفعہ تو خود تیمارداری کی اس صبح کو کہ جب نہ دوا کارگر ہوتی نظر آتی تھی, اور نہ تمہارا رونا دھونا ان کے لیے کچھ مفید تھا تم ان کے لیے شفا کے خواہشمند تھے اور طبیبوں سے دوادارو پوچھتے پھرتے تھے ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی تمہارا اندیشہ فائدہ مند ثابت نہ ہو سکا اور تمہارا اصل مقصد حاصل نہ ہوا اور اپنی چارہ سازی سے تم موت کو اس بیمار سے نہ ہٹا سکے تو دنیا نے تو اس کے پردے میں خود تمہارا انجام اور اس کے ہلاک ہونے سے خود تمہاری ہلاکت کا نقشہ تمہیں دکھا دیا بلاشبہ دنیا اس شخص کے لیے جو باور کرے, سچائی کا گھر ہے اور جو اس کی ان باتوں کو سمجھے اس کے لیے امن وعافیت کی منزل ہے اور اس سے زادراہ

حاصل کرلے, اس کے لیے دولتمندی کی منزل ہے اور جو اس سے نصیحت حاصل کرے, اس کے لیے وعظ و نصیحت کا محل ہے. وہ دوستان خدا کے لیے عبادت کی جگہ, اللہ کے فرشتوں کے لیے نماز پڑھنے کا مقام وحی الٰہی کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے انہوں نے اس میں فضل و رحمت کا سودا کیا اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کیا تو اب کون ہے جو دنیا کی برائی کرے, جب کہ اس نے اپنے جدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے چنانچہ اس نے اپنی ابتلاء سے ابتلائی کا پتہ دیا ہے اور اپنی مسرتوں سے آخرت کی مسرتوں کا شوق دلایا ہے, وہ رغبت دلانے اور ڈرانے خوفزدہ کرنے اور متنبہ کرنے کے لیے شام کو امن و عافیت کا اور صبح کو درد و اندوہ کا پیغام لے کر آتی ہے تو جن لوگوں نے شرمسار ہو کر صبح کی وہ اس کی برائی کرنے لگے. اور دوسرے لوگ قیامت کے دن اس کی تعریف کریں گے کہ دنیا نے ان کو آخرت کی یاد دلائی تو انہوں نے یاد رکھا اور اس نے انہیں خبر دی تو انہوں نے تصدیق کی اور اس نے انہیں پند و نصیحت کی تو انہوں نے نصیحت حاصل کی.

ہر متکلم و خطیب کی زبان منجھے ہوئے موضوع پر زور بیان دکھایا کرتی ہے اور اگر اسے موضوع سخن بدلنا پڑے تو نہ ذہن کام کرے گا اور نہ زبان کی گویائی ساتھ دے گی, مگر جس کے ذہن میں صلاحیت تصرف اور دماغ میں قوت و فکر ہو, وہ جس طرح چاہے کلام کو گردش دے سکتا ہے اور جس موضوع پر چاہے « قادر الکلامی » کے جوہر دکھا سکتا ہے. چنانچہ وہ زبان جو ہمیشہ دنیا کی مذمت اور اس کی فریب کاریوں کو بے نقاب کرنے میں کھلتی تھی جب اس کی مدح میں کھلتی ہے تو وہی قدرت کلام و قوت استدلال نظر آتی ہے جو اس زبان کا طرہ امتیاز ہے

اور پھر الفاظ کو توصیفی سانچہ میں ڈھالنے سے نظریہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور راہوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود منزل مقصود ایک ہی رہتی ہے۔

132 اللہ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ ندا کرتا ہے۔ کہ موت کے لیے اولاد پیدا کرو، برباد ہونے کے لیے جمع کرو اور تباہ ہونے کے لیے عمارتیں کھڑی کرو۔

133 «دنیا» اصل منزل قرار کے لیے ایک گزرگاہ ہے۔ اس میں دو 2 قسم کے لوگ ہیں: ایک وہ جنہوں نے اس میں اپنے نفس کو بیچ کر ہلاک کر دیا اور ایک وہ جنہوں نے اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

134 دوست اس وقت تک دوست نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی تین موقعوں پر نگہداشت نہ کرے، مصیبت کے موقع پر اس کے پس پشت اور اس کے مرنے کے بعد۔

135 جس شخص کو چار چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا، جو دعا کرے وہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا۔ جسے توبہ کی توفیق ہو، وہ مقبولیت سے نا امید نہیں ہوتا جسے استغفار نصیب ہو وہ مغفرت سے محروم نہیں ہوتا۔ اور جو شکر کرے وہ اضافہ سے محروم نہیں ہوتا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ چنانچہ دعا کے متعلق ارشاد الٰہی ہے: تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور استغفار کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ جو شخص کوئی برا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت کی دعا مانگے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔ اور شکر کے بارے میں فرمایا ہے اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر (نعمت

میں )اضافہ کروں گا.اورتوبہ کے لیےفرمایاہے.اللہ ان ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت کی بناء پرکوئی بری حرکت نہ کربیٹھیں پھرجلدی سےتوبہ کرلیں تو خدا ایسےلوگوں کی توبہ قبول کرتاہےاورخداجاننے والا اورحکمت والا ہے.

136 نماز ہر پرہیز گار کے لیے باعث تقرب ہےاورحج ہرضعیف وناتواں کا جہاد ہے. ہر چیزکی زکوۃ ہوتی ہے,اور بدن کی زکوۃ روزہ ہےاورعورت کا جہادشوہر سے حسن معاشرت ہے.

137 صدقہ کےذریعہ روزی طلب کرو.

138 جسےعوض کے ملنے کا یقین ہووہ عطیہ دینے میں دریادلی دکھاتا ہے.

139 جتنا خرچ ہو.اتنی ہی امداد ملتی ہے.

140 جومیانہ روی اختیارکرتاہےوہ محتاج نہیں ہوتا.

141 متعلقین کی کمی دوقسموں میں سےایک قسم کی آسودگی ہے.

142 میل محبت پیداکرناعقل کانصف حصہ ہے.

143 غم آدھابڑھاپاہے.

144 مصیبت کےانداز پراللہ کی طرف سےصبرکی ہمت حاصل ہوتی ہے.جوشخص مصیبت کےوقت ران پرہاتھ مارے اس کاعمل اکارت ہوجاتاہے.

145 بہت سےروزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں کاثمرہ بھوک پیاس کےعلاوہ کچھ نہیں ملتا اوربہت سےعابدشب زندہ دار ایسے ہیں جنہیں عبادت کےنتیجہ میں جاگنے اورزحمت

اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا. زیرک و دانا لوگوں کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی قابل ستائش ہوتا ہے.

146 صدقہ سے اپنے ایمان کی نگہداشت کرو, اور دعا سے مصیبت و ابتلائی کی لہروں کو دور کرو.

147 کمیل ابن زیاد نخعی کہتے ہیں کہ:

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور قبرستان کی طرف لے چلے جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی آہ کی. پھر فرمایا:

اے کمیل! یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو. لہٰذا جو میں تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا. دیکھو! تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک عالم ربانی دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار رہے اور تیسرا اعوام الناس کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے. نہ انہوں نے نور علم سے کسب ضیا کیا, نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی. اے کمیل! یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے (کیونکہ) علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے, اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں. اے کمیل! علم کی شناسائی ایک دین ہے کہ جس کی اقتدا کی جاتی ہے اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت منواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے. یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے اور

مال محکوم۔اے کمیل !مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں,بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں.مگران کی صورتیں دلوں میں موجودرہتی ہیں (اس کے بعد حضرت نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کیااورفرمایا)

دیکھو! یہاں علم کا ایک بڑاذخیرہ موجود ہے کاش اس کے اٹھانے والے مجھے مل جاتے,ہاں ملا کوئی تو یاایسا جوذہین تو ہے مگرنا قابل اطمینان ہےاور جودنیا کے لیے دین کوآلہ کار بنانے والا ہےاوراللہ کی ان نعمتوں کی وجہ سے اس کے بندوں پراوراس کی حجتوں کی وجہ سے اس کے دوستوں پرتفوق وبرتری جتلانے والا ہے۔یا جوارباب حق ودانش کا مطیع تو ہے مگراس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے,بس ادھرذراساشبہہ عارض ہوا کہ اس کے دل میں شکوک وشبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں تومعلوم ہوناچاہیے کہ نہ یہ اس قابل ہے اورنہ وہ اس قابل ہے یاایسا شخص ملتا ہے کہ جولذتوں پرمٹا ہواہےاور بآسانی خواہش نفسانی کی راہ پرکھنچ جانے والا ہے یاایسا شخص جوجمع آوری وذخیرہ اندوزی پرجان دیئے ہوءے ہے یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت وپاسداری کرنے والے نہیں ہیں ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔اسی طرح توعلم کے خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہوجاتا ہے۔

ہاں !مگرزمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جوخدا کی حجت کوبرقراررکھتا ہے چاہے وہ ظاہرو مشہورہو یاخائف وپنہاں تاکہ اللہ کی دلیلیں اورنشان مٹنے نہ پائیں اوروہ ہیں ہی کتنے اور

کہاں پر ہیں؟ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں, اور اللہ کے نزدیک قدرومنزلت کے لحاظ سے بہت بلند. خداوند عالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے. یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے جیسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے جیسوں کے دلوں میں انہیں بو دیں. علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے. وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا اپنے لیے سہل و آسان سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں. وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملائے اعلیٰ سے وابستہ ہیں یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں. ہائے ان کی دید کے لیے میرے شوق کی فراوانی (پھر حضرت نے کمیل سے فرمایا) اے کمیل! (مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا) اب جس وقت چاہو واپس جاؤ.

کمیل ابن زیاد نخعی رحمۃ اللہ اسرار امامت کے خزینہ دار اور امیر المومنین کے خواص اصحاب میں سے تھے, علم و فضل میں بلند مرتبہ اور زہد و ورع میں امتیاز خاص کے حامل تھے. حضرت کی طرف سے کچھ عرصہ تک ہیت کے عامل رہے 38 ھجری میں 09 برس کی عمر میں حجاج ابن یوسف ثقفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور بیرون کوفہ دفن ہوئے.

148 انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے.

مطلب یہ ہے کہ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی گفتگو سے ہو جاتا ہے. کیونکہ ہر شخص کی

گفتگو اس کی ذہنی واخلاقی حالت کی آئینہ دار ہوتی ہے جس سے اس کے خیالات وجذبات کا بڑی آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔لہٰذا جب تک وہ خاموش ہے اس کا عیب وہنر پوشیدہ ہے اور جب انسان کی زبان کھلتی ہے تو اس کا جوہر نمایاں ہوجاتا ہے ۔

مرد پنہاں است درزیر زبان خوشیتن قیمت وقدرش نداتی تانیاء ددرسخن

149 جو شخص اپنی قدر ومنزلت کو نہیں پہچانتا وہ ہلاک ہوجاتا ہے ۔

150 ایک شخص نے آپ سے پند وموعظت کی درخواست کی تو فرمایا !

تم کو ان لوگوں میں سے نہ ہونا چاہیے کہ جو عمل کے بغیر حسن انجام کی امید رکھتے ہیں اور امید یں بڑھا کر توبہ کو تاخیر میں ڈال دیتے ہیں جو دنیا کے بارے میں زاہدوں کی سی باتیں کرتے ہیں مگر ان کے اعمال دنیا طلبوں کے سے ہوتے ہیں ۔اگر دنیا انہیں ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو قناعت نہیں کرتے جو انہیں ملا ہے اس پر شکر سے قاصر رہتے ہیں اور جو بچ رہا اس کے اضافہ کے خواہشمند رہتے ہیں دوسروں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے اور دوسروں کو حکم دیتے ہیں ایسی باتوں کا جنہیں خود بجا نہیں لاتے نیکوں کو دوست رکھتے ہیں مگر ان کے سے اعمال نہیں کرتے اور گنہگاروں سے نفرت وعناد رکھتے ہیں حالانکہ وہ خود انہی میں داخل ہیں اپنے گناہوں کی کثرت کے باعث موت کو برا سمجھتے ہیں مگر جن گناہوں کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتے ہیں انہی پر قائم ہیں ۔اگر بیمار پڑتے ہیں تو پشیمان ہوتے ہیں ۔ جب بیماری سے چھٹکارا پاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں ۔اور مبتلا ہوتے ہیں تو ان پر مایوسی چھا جاتی ہے ۔جب کسی سختی وابتلا میں پڑتے ہیں تو لاچار وبے بس ہو کر دعائیں مانگتے ہیں اور

جب فراخ دستی نصیب ہوتی ہے تو فریب میں مبتلا ہو کر منہ پھیر لیتے ہیں. ان کا نفس خیالی باتوں پر انہیں قابو میں لے آتا ہے اور وہ یقینی باتوں پر اسے نہیں دبا لیتے. دوسروں کے لیے گناہ سے زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اپنے لیے اپنے اعمال سے زیادہ جزا کے متوقع رہتے ہیں. اگر مالدار ہو جاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں اور اگر فقیر ہو جاتے ہیں تو نا امید ہو جاتے ہیں اور سستی کرنے لگتے ہیں. جب عمل کرتے ہیں تو اس میں سستی کرتے ہیں اور جب مانگنے پر آتے ہیں تو اصرار میں حد سے بڑھ جاتے ہیں. اگر ان پر خواہش نفسانی کا غلبہ ہوتا ہے تو گناہ جلد سے جلد کرتے ہیں, اور توبہ کو تعویق میں ڈالتے رہتے ہیں, اگر کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو جماعت اسلامی کے خصوصی امتیازات سے الگ ہو جاتے ہیں .عبرت کے واقعات بیان کرتے ہیں مگر خود عبرت حاصل نہیں کرتے اور وعظ و نصیحت میں زور باندھتے ہیں مگر خود اس نصیحت کا اثر نہیں لیتے چنانچہ وہ بات کرنے میں تو اونچے رہتے ہیں. مگر عمل میں کم ہی کم رہتے ہیں. فانی چیزوں میں نفسی نفسی کرتے ہیں اور باقی رہنے والی چیزوں میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں وہ نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع خیال کرتے ہیں .موت سے ڈرتے ہیں. مگر فرصت کا موقع نکل جانے سے پہلے اعمال میں جلدی نہیں کرتے .دوسرے کے ایسے گناہ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں جس سے بڑے گناہ کو خود اپنے لیے چھوٹا خیال کرتے ہیں. اور اپنی ایسی اطاعت کو زیادہ سمجھتے ہیں جسے دوسرے سے کم سمجھتے ہیں. لہٰذا وہ لوگوں پر معترض ہوتے ہیں اور اپنے نفس کی چکنی چپڑی باتوں سے تعریف کرتے ہیں .دولتمندوں کے ساتھ طرب و نشاط میں مشغول رہنا انہیں غریبوں کے ساتھ محفل ذکر میں

شرکت سے زیادہ پسند ہے اپنے حق میں دوسرے کے خلاف حکم لگاتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں کرتے کہ دوسرے کے حق میں اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اوروں کو ہدایت کرتے ہیں اور اپنے کو گمراہی کی راہ پر لگاتے ہیں وہ اطاعت لیتے ہیں اور خود نافرمانی کرتے ہیں اور حق پورا پورا وصول کر لیتے ہیں مگر خود نہیں کرتے۔ وہ اپنے پروردگار کو نظرانداز کر کے مخلوق سے خوف کھاتے ہیں اور مخلوقات کے بارے میں اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں صرف ایک یہی کلام ہوتا تو کامیاب موعظہ اور موثر حکمت اور چشم بینا رکھنے والے کے لیے بصیرت اور نظروفکر کرنے والے کے لیے عبرت کے اعتبار سے بہت کافی تھا۔

## باب ٦

## اقوال ١٥١ تا ١٨٠

151 ہر شخص کا ایک انجام ہے۔ اب خواہ وہ شیریں ہو یا تلخ۔

152 ہر آنے والے کے لیے پلٹنا ہے اور جب پلٹ گیا تو جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

153 صبر کرنے والا ظفر و کامرانی سے محروم نہیں ہوتا، چاہے اس میں طویل زمانہ لگ جائے۔

154 کسی جماعت کے فعل پر رضامند ہونے والا ایسا ہے جیسے اس کے کام میں شریک ہو۔ اور غلط کام میں شریک ہونے والے پر دو گناہ ہیں۔ ایک اس پر عمل کرنے کا اور ایک اس پر رضامند ہونے کا۔

155 عہد و پیمان کی ذمہ داریوں کو ان سے وابستہ کرو جو میخوں کے جیسے (مضبوط) ہوں.

156 تم پر اطاعت بھی لازم ہے ان کی جن سے ناواقف رہنے کی بھی تمہیں معافی نہیں.

خداوند عالم نے اپنے عدل ورحمت سے جس طرح دین کی طرف رہبری ورہنمائی کرنے کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اسی طرح سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد دین کو تبدیل و تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے امامت کا نفاذ کیا تاکہ ہر امام علیہ السّلام اپنے اپنے دور میں تعلیمات الہیہ کو خواہش پرستی کی زد سے بچا کر اسلام کے صحیح احکام کی رہنمائی کرتا رہے اور جس طرح شریعت کے مبلغ کی معرفت واجب ہے اسی طرح شریعت کے محافظ کی بھی معرفت ضروری ہے اور جاہل کو اس میں معذور نہیں قرار دیا جاسکتا. کیونکہ منصب امامت پر صدہا ایسے دلائل وشواہد موجود ہیں جن سے کسی بابصیرت کے لیے گنجائش انکار نہیں ہوسکتی چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ.

جو شخص اپنے دور حیات کے امام کو نہ پہچانے اور دنیا سے اٹھ جائے, اس کی موت کفر وضلالت کی موت ہے.

ابن ابی الحدید نے بھی اس ذات سے کہ جس سے ناواقفیت وجہالت عذر مسموع نہیں بن سکتی حضرت کی ذات کو مراد لیا ہے اور ان کی اطاعت کا اعتراف اور منکر امامت کے غیر ناجی ہونے کا اقرار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی امامت سے جاہل اور اس کی صحت ولزوم کا منکر ہو وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے. نہ اسے نماز فائدہ دے سکتی ہے نہ روزہ. کیونکہ

معرفت امامت ان بنیادی اصولوں میں شمار ہوتی ہے جو دین کے مسلمہ ارکان ہیں. البتہ ہم آپ کی امامت کے منکر کو کافر کے نام سے نہیں پکارتے بلکہ اسے فاسق خارجی اور بے دین وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور شیعہ ایسے شخص کو کافر سے تعبیر کرتے ہیں, اور یہی ہمارے اصحاب اور ان میں فرق ہے. مگر صرف لفظی فرق ہے کوئی واقعی اور معنوی فرق نہیں ہے.

157 اگر تم دیکھو, تو تمہیں دکھایا جاچکا ہے اور اگر تم ہدایت حاصل کرو تو تمہیں ہدایت کی جاچکی ہے اور اگر سننا چاہو تو تمہیں سنایا جاچکا ہے.

158 اپنے بھائی کو شرمندہ احسان بنا کر سرزنش کرو اور لطف و کرم کے ذریعہ سے اس کے شر کو دور کرو.

اگر برائی کا جواب برائی سے اور گالی کا جواب گالی سے دیا جائے, تو اس سے دشمنی کا دروازہ کھل جاتا ہے. اور اگر برائی سے پیش آنا والے کے ساتھ نرمی و ملائمت کا رویہ اختیار کیا جائے تو وہ بھی اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہو جائے گا. چنانچہ ایک دفعہ امام حسن علیہ السلام بازار مدینہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شامی نے آپ کی جاذب نظر شخصیت سے متاثر ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ یہ حسن ابن علی علیہما السلام ہیں. یہ سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور آپ کے قریب آ کر انہیں برا بھلا کہنا شروع کیا. مگر آپ خاموشی سے سنتے رہے جب وہ چپ ہوا تو آپ علیہ السّلام نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں نووارد ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے. فرمایا کہ پھر تم میرے ساتھ چلو میرے

گھر میں ٹھہرو, اگر تمہیں کوئی حاجت ہوگی تو میں اسے پورا کروں گا, اور مالی امداد کی ضرورت ہوگی تو مالی امداد بھی دوں گا. جب اس نے اپنی سخت و درشت باتوں کے جواب میں یہ نرم روی و خوش اخلاقی دیکھی, تو شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے عفو کا طالب ہوا, اور جب آپ سے رخصت ہوا تو روئے زمین پر ان زیادہ کسی کی قدر و منزلت اس کی نگاہ میں نہ تھی.

اگر مردی احسن الی من اساء

159 جو شخص بدنامی کی جگہوں پر اپنے کو لے جائے تو پھر اسے برا نہ کہے جو اس سے بد ظن ہو.

160 جو اقتدار حاصل کر لیتا ہے جانبداری کرنے ہی لگتا ہے.

161 جو خود رائی سے کام لے گا, وہ تباہ و برباد ہو گا اور جو دوسروں سے مشورہ لے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا.

162 جو اپنے راز کو چھپائے رہے گا اسے پورا قابو رہے گا.

163 فقیری سب سے بڑی موت ہے.

164 جو ایسے کا حق ادا کرے کہ جو اس کا حق ادا نہ کرتا ہو, تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے.

165 خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے.

166 اگر کوئی شخص اپنے حق میں دیر کرے تو اس پر عیب نہیں لگایا جا سکتا. بلکہ عیب کی بات یہ ہے کہ انسان دوسرے کے حق پر چھاپا مارے.

167 خود پسندی ترقی سے مانع ہوتی ہے.

جو شخص جو یائے کمال ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ابھی وہ کمال سے عاری ہے, اس سے منزل کمال پر فائز ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے. لیکن جو شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ تمام و کمال ترقی کے مدارج طے کر چکا ہے وہ حصول کمال کے لیے سعی وطلب کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا. کیونکہ وہ بزعم خود کمال کی تمام منزلیں ختم کر چکا ہے اب اسے کوئی منزل نظر ہی نہیں آتی کہ اس کے لیے تگ ودو کرے چنانچہ یہ خود پسند برخود غلط انسان ہمیشہ کمال سے محروم ہی رہے گا. اور یہ خود پسندی اس کے لیے ترقی کی راہیں مسدود کر دے گی.

168 آخرت کا مرحلہ قریب اور (دنیا میں) باہمی رفاقت کی مدت زیادہ ہے.

169 آنکھ والے کے لیے صبح روشن ہو چکی ہے.

170 ترک گناہ کی منزل بعد میں مدد مانگنے سے آسان ہے.

اول مرتبہ میں گناہ سے باز رہنا اتنا مشکل نہیں ہوتا, جتنا گناہ سے مانوس اور اس کی لذت سے آشنا ہونے کے بعد کیونکہ انسان جس چیز کا خوگر ہو جاتا ہے اس کے بجالانے میں طبیعت پر بار محسوس نہیں کرتا. لیکن اسے چھوڑنے میں لوہے لگ جاتے ہیں اور جوں جوں عادت پختہ ہوتی جاتی ہے. ضمیر کی آواز کمزور پڑ جاتی ہے اور توبہ میں دشواریاں حائل ہو جاتی ہیں. لہذا یہ کہہ کر دل کو ڈھارس دیتے رہنا کہ «پھر توبہ کر لیں گے». اکثر بے نتیجہ ثابت ہوتا ہے. کیونکہ جب ابتداء میں گناہ سے دستبردار ہونے میں دشواری محسوس ہو رہی ہے تو گناہ کی مدت کو بڑھا لے جانے کے بعد توبہ دشوار تر ہو جائے گی.

171 بسا اوقات ایک دفعہ کا کھانا بہت دفعہ کے کھانوں سے مانع ہو جاتا ہے۔

یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعوں پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی شخص ایک فائدہ کے پیچھے اس طرح کھو جائے کہ اسے دوسرے فائدوں سے ہاتھ اٹھا لینا پڑے جس طرح وہ شخص کہ جو ناموافق طبع یا ضرورت سے زیادہ کھا لے تو اسے بہت سے کھانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔

172 لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جسے نہیں جانتے۔

انسان جس علم و فن سے واقف ہوتا ہے اسے بڑی اہمیت دیتا ہے اور جس علم سے عاری ہوتا ہے اسے غیر اہم قرار دے کر اس کی تنقیص و مذمت کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس محفل میں اس علم و فن پر گفتگو ہوتی ہے اسے ناقابل اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس سے وہ ایک طرح کی سبکی محسوس کرتا ہے اور یہ سبکی اس کے لیے اذیت کا باعث ہوتی ہے اور انسان جس چیز سے بھی اذیت محسوس کرے گا اس سے طبعاً نفرت کرے گا اور اس سے بغض رکھے گا۔ چنانچہ افلاطون سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ نہ جاننے والا جاننے والے سے بغض رکھتا ہے مگر جاننے والا نہ جاننے والے سے بغض و عناد نہیں رکھتا؟ اس نے کہا کہ چونکہ نہ جاننے والا اپنے اندر ایک نقص محسوس کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ جاننے والا اس کی جہالت کی بنا پر اسے حقیر و پست سمجھتا ہو گا جس سے متاثر ہو کر وہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جاننے والا اس کی جہالت کے نقص سے بری ہوتا ہے اس لیے وہ یہ تصور نہیں کرتا کہ نہ جاننے والا اسے حقیر سمجھتا ہو گا۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ وہ اس سے بغض رکھے۔

173 جو شخص مختلف رایوں کا سامنا کرتا ہے وہ خطا و لغزش کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

174 جو شخص اللہ کی خاطر سنان غضب تیز کرتا ہے, وہ باطل کے سورماؤں کے قتل پر توانا ہو جاتا ہے.

جو شخص محض اللہ کی خاطر باطل سے ٹکرانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے. اسے خداوند عالم کی طرف سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اور کمزوری و بے سروسامانی کے باوجود باطل قوتیں اس کے عزم میں تزلزل اور ثبات قدمی میں جنبش پیدا نہیں کرسکتیں اور اگر اس کے اقدام مین ذاتی غرض شریک ہو تو اسے بڑی آسانی سے اس کے ارادے سے باز رکھا جاسکتا ہے

. چنانچہ سید نعمت جزائری علیہ الرحمہ نے زہر الربیع میں تحریر کیا ہے کہ ایک شخص کچھ لوگوں کو ایک درخت کی پرستش کرتے دیکھا تو اس نے جذبہ دینی سے متاثر ہو کر اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا اور جب تیشہ لے کر آگے بڑھا تو شیطان نے اس کا راستہ روکا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں تا کہ لوگ مشرکانہ طریق عبادت سے باز رہیں. شیطان نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب وہ جانیں اور ان کا کام, مگر وہ اپنے ارادہ پر جما رہا جب شیطان نے دیکھا کہ یہ ایسا کر ہی گزرے گا, تو اس نے کہا کہ اگر تم واپس چلے جاؤ تو میں تمہیں چار درہم ہر روز دیا کروں گا. جو تمہیں بستر کے نیچے سے مل جایا کریں گے یہ سن کر اس کی نیت ڈانواں ڈول ہونے لگی اور کہا کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ اس نے کہا کہ تجربہ کر کے دیکھ لو, اگر ایسا نہ ہوا درخت کے کاٹنے کا موقع پھر بھی تمہیں مل سکتا ہے. چنانچہ وہ لالچ میں آ کر پلٹ آیا اور دوسرے دن وہ درہم اسے بستر کے نیچے سے مل گئے. مگر دو چار روز کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا. اب وہ پھر طیش میں آیا اور تیشہ لے کر درخت کی طرف بڑھا

کہ شیطان نے آگے بڑھ کر کہا کہ اب تمہارے بس میں نہیں کہ تم اسے کاٹ سکو, کیونکہ پہلی دفعہ تم صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے نکلے تھے اور اب چند پیسوں کی خاطر نکلے ہو. لہٰذا تم نے ہاتھ اٹھایا تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گا. چنانچہ وہ نے نیل مرام پلٹ آیا

.

175 جب کسی امر سے دہشت محسوس کرو تو اس میں پھاند پڑو, اس لیے کہ کھٹکا لگا رہنا اس ضرر سے کہ جس کا خوف ہے, زیادہ تکلیف دہ چیز ہے.

176 سر برآوردہ ہونے کا ذریعہ سینہ کی وسعت ہے.

177 بدکار کی سرزنش نیک کو اس کا بدلہ دے کر کرو.

مقصد یہ ہے کہ اچھوں کو ان کی حسن کارکردگی کا پورا پورا اصلہ دینا اور ان کے کارناموں کی بنا پر ان کی قدر افزائی کرنا بروں کو بھی اچھائی کی راہ پر لگا تا ہے. اور یہ چیز اخلاقی مواعظ اور تنبیہ و سرزنش سے زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے کیونکہ انسان طبعاً ان چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جن کے نتیجہ میں اسے فوائد حاصل ہوں اور اس کے کانوں میں مدح و تحسین کے ترانے گونجیں.

178 دوسرے کے سینہ سے کینہ و شر کی جڑ اس طرح کاٹو کہ خود اپنے سینہ سے اسے نکال پھینکو

.

اس جملہ کے دو 2 معنی ہوسکتے ہیں. ایک یہ کہ اگر تم کسی کی طرف سے دل میں کینہ رکھو گے تو وہ بھی تمہاری طرف سے کینہ رکھے گا. لہٰذا اپنے دل کی کدورتوں کو مٹا کر اس کے دل سے بھی

کدورت کومٹادو۔کیونکہ دل دل کا آئینہ ہوتا ہے۔جب تمہارے آئینہ دل میں کدورت کا زنگ باقی نہ رہے گا,تو اس کے دل سے بھی کدورت جاتی رہے گی اور اسی لیے انسان دوسرے کے دل کی صفائی کا اندازہ اپنے دل کی صفائی سے بآسانی کرلیتا ہے۔چنانچہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟اس نے جواب میں کہاسَل قلبکَ اپنے دل سے پوچھو۔یعنی جتنا تم مجھے دوست رکھتے ہواتنا ہی میں تمہیں دوست رکھتا ہوں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ دوسرے کو برائی سے روکو تو پہلے خود اس برائی سے باز آؤ۔اس طرح تمہاری نصیحت دوسرے پر اثر انداز ہوسکتی ہے ورنہ بے اثر ہوکررہ جائے گی۔

179 ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کر دیتی ہے۔

180 لالچ ہمیشہ کی غلامی ہے۔

# باب ۷

## اقوال ۱۸۱ تا ۲۱۰

181 کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی اور احتیاط و دور اندیشی کا نتیجہ سلامتی ہے۔

182 حکیمانہ بات سے خاموشی اختیار کرنے میں بھلائی نہیں جس طرح جہالت کی بات میں کوئی اچھائی نہیں۔

183 جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی ✖ تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہو گی۔

184 جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے اس میں کبھی شک نہیں کیا۔

185 نہ میں نے جھوٹ کہا ہے نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے نہ میں خود گمراہ ہوا نہ مجھے گمراہ کیا گیا۔

186 ظلم میں پہل کرنے والا کل (ندامت سے) اپنا ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹتا ہو گا۔

187 چل چلاؤ قریب ہے۔

188 جو حق سے منہ موڑتا ہے تباہ ہو جاتا ہے۔

189 جسے صبر رہائی نہیں دلاتا اسے بے تابی و بے قراری ہلاک کر دیتی ہے۔

190 العجب کیا خلافت کا معیار بس صحابیت اور قرابت ہی ہے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ اس مضمون کے اشعار بھی حضرت سے مروی ہیں جو یہ ہیں۔ اگر تم شوریٰ کے ذریعہ لوگوں کے سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے ہو تو یہ کیسے جب کہ مشورہ دینے کے حقدار افراد غیر حاضر تھے اور اگر قرابت کی وجہ سے تم اپنے حریف پر غالب آئے ہو تو پھر تمہارے

علاوہ دوسرا نبی کا زیادہ حقدار اور ان سے زیادہ قریبی ہے۔

191 دنیا میں انسان موت کی تیراندازی کا ہدف اور مصیبت وابتلاء کی غارت گری کی جولانگاہ ہے جہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے اور جہاں بندہ ایک نعمت اس وقت نہیں پاتا۔ جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے اور اس کی عمر کا ایک دن آتا نہیں جب تک کہ ایک دن اس کی عمر کا کم نہ ہو جائے ہم موت کے مددگار ہیں اور ہماری جانیں ہلاکت کی زد پر ہیں تو اس صورت میں ہم کہاں سے بقا کی امید کر سکتے ہیں جب کہ شب و روز کسی عمارت کو بلند نہیں کرتے مگر یہ کہ حملہ آور ہو کر جو بنایا ہے اسے گراتے اور جو یکجا کیا ہے اسے بکھیرتے ہوتے ہیں۔

192 اے فرزند آدم علیہ السّلام! تو نے اپنی غذا سے جو زیادہ کمایا ہے اس میں دوسرے کا خزانچی ہے۔

193 دلوں کے لیے رغبت و میلان, آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہوتا ہے۔لہٰذا ان سے اس وقت کام لو جب ان میں خواہش و میلان ہو, کیونکہ دل کو مجبور کر کے کسی کام پر لگایا جائے تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

194 جب غصہ مجھے آئے تو کب اپنے غصہ کو اتاروں کیا اس وقت کہ جب انتقام نہ لے سکوں اور یہ کہا جائے کہ صبر کیجئے۔ یا اس وقت کہ جب انتقام پر قدرت ہو اور کہا جائے کہ بہتر ہے درگزر کیجئے۔

195 آپ کا گزر ہوا ایک گھورے کی طرف سے جس پر غلاظتیں تھیں۔فرمایا۔یہ وہ ہے جس

کے ساتھ بخل کرنے والوں نے بخل کیا تھا.ایک اور روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا: یہ وہ ہے جس پر تم لوگ کل ایک دوسرے پر رشک کرتے تھے.

196 تمہارا وہ مال اکارت نہیں گیا جو تمہارے لیے عبرت ونصیحت کا باعث بن جائے.

جو شخص مال ودولت کھو کر تجربہ ونصیحت حاصل کرے اسے ضیاع مال کی فکر نہ کرنا چاہیے اور مال کے مقابلہ میں تجربہ کو گراں سمجھنا چاہیے. کیونکہ مال تو یوں بھی ضائع ہو جاتا ہے مگر تجربہ آئندہ کے خطرات سے بچا لے جاتا ہے.ایک عالم سے جو مالدار ہونے کے بعد فقیر ونادار ہو چکا تھا, پوچھا گیا کہ تمہارا مال کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے تجربات خرید لیے ہیں جو میرے لیے مال سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں.لہٰذا سب کچھ کھو دینے کے بعد بھی میں نقصان میں نہیں رہا ہوں.

197 یہ دل بھی اسی طرح تھکتے ہیں جس طرح بدن تھکتے ہیں.لہٰذا (جب ایسا ہو تو) ان کے لیے لطیف حکیمانہ جملے تلاش کرو

198 جب خوارج کا قول «لَا حُکْمَ اِلَّا اللّٰہ» (حکم اللہ سے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا: یہ جملہ صحیح ہے مگر جو اس سے مراد لیا جاتا ہے وہ غلط ہے.

199 بازاری آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا: یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ مجتمع ہوں تو چھا جاتے ہیں. جب منتشر ہوں تو پہچانے نہیں جاتے.ایک قول یہ ہے کہ آپ نے فرمایا : کہ جب اکٹھا ہوتے ہیں تو باعث ضرر ہوتے ہیں اور جب منتشر ہو جاتے ہیں تو فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان کے مجتمع ہونے کا نقصان تو معلوم ہے مگر ان کے

منتشر ہونے کا فائدہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیشہ ور اپنے اپنے کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو لوگ ان کے ذریعہ فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے معمار اپنی (زیر تعمیر) عمارت کی طرف جولاہا اپنے کاروبار کی جگہ کی طرف اور نانبائی اپنے تنور کی طرف.

200 آپ کے سامنے ایک مجرم لایا گیا جس کے ساتھ تماشائیوں کا ہجوم تھا تو آپ نے فرمایا: ان چہروں پر پھٹکار کہ جو ہر رسوائی کے موقع پر ہی نظر آتے ہیں.

201 ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جب موت کا وقت آتا ہے تو وہ اس کے اور موت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور بے شک انسان کی مقررہ عمر اس کے لیے ایک مضبوط سپر ہے.

202 طلحہ وزبیر نے حضرت سے کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کرتے ہیں کہ اس حکومت میں آپ کے ساتھ شریک رہیں گے. آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم تقویت پہنچانے اور ہاتھ بٹانے میں شریک اور عاجزی اور سختی کے موقع پر مددگار رہو گے.

203 اے لوگو! اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے اس موت کی طرف بڑھنے کا سروسامان کرو کہ جس سے بھاگے تو وہ تمہیں پالے گی اور اگر ٹھہرے تو وہ تمہیں گرفت میں لے لے گی اور اگر تم اسے بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھے گی

.

204 کسی شخص کا تمہارے حسن سلوک پر شکر گزار نہ ہونا تمہیں نیکی اور بھلائی سے بددل نہ بنادے اس لیے کہ بسا اوقات تمہاری اس بھلائی کی وہ قدر کرے گا جس نے اس سے کچھ

فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور اس ناشکرے نے جتنا تمہارا حق ضائع کیا ہے اس سے کہیں زیادہ تم ایک قدردان کی قدردانی سے حاصل کرلوگے اور خدا نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

205 ہر ظرف اس سے کہ جو اس میں رکھا جائے تنگ ہوتا جاتا ہے مگر علم کا ظرف وسیع ہوتا جاتا ہے۔

206 بردبار کو اپنی بردباری کا پہلا عوض یہ ملتا ہے۔ کہ لوگ جہالت دکھانے والے کے خلاف اس کے طرفدار ہوجاتے ہیں۔

207 اگر تم بردبار نہیں ہو تو بظاہر بردبار بننے کی کوشش کرو کیونکہ ایسا کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت سے شباہت اختیار کرے اور ان میں سے نہ ہوجائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر انسان طبعاً حلیم و بردبار ہو تو اسے بردبار بننے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ اپنی افتادہ طبیعت کے خلاف حلم و بردباری کا مظاہرہ کرے اگرچہ اسے طبیعت کا رخ موڑنے میں کچھ زحمت محسوس ہوگی مگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ حلم طبعی خصلت کی صورت اختیار کرلے گا اور پھر تکلف کی حاجت نہ رہے گی کیونکہ عادت رفتہ رفتہ طبیعت ثانیہ بن جایا کرتی ہے۔

208 جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور جو غفلت کرتا ہے وہ نقصان میں رہتا ہے جو ڈرتا ہے وہ (عذاب سے) محفوظ ہوجاتا ہے اور جو عبرت حاصل کرتا ہے وہ بینا ہوجاتا ہے اور جو بینا ہوجاتا ہے وہ بافہم ہوجاتا ہے اور جو بافہم ہوتا ہے اسے علم حاصل ہوتا ہے۔

209 یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکے گی جس طرح کاٹنے والی اونٹنی اپنے بچے کی طرف جھکتی ہے.اس کے بعد حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی.ہم یہ چاہتے ہیں کہ جولوگ زمین میں کمزور کردیئے گئے ہیں ※ ان پر احسان کریں اوران کو پیشوا بنائیں اوراُنہی کواس زمین کا مالک بنائیں.

یہ ارشادامام منتظر کے متعلق ہے جوسلسلہ امامت کے آخری فرد ہیں.ان کے ظہور کے بعد تمام سلطنتیں اورحکومتیں ختم ہوجائیں گی اور« لیظھرہ علی الدین کلہ » کامکمل نمونہ نگاہوں کے سامنے آجائے گا.

ہرکسے رادولتے ازآسمان آید پدید دولت آل علی علیہ السّلام آخرزمان آید پدید

210 اللہ سے ڈرواس شخص کے ڈرنے کی مانند جس نے دنیا کی وابستگیوں کوچھوڑکر دامن گردان لیااوردامن گردان کرکوشش میں لگ گیااوراچھائیوں کے لیےاس وقفہ حیات میں تیز گامی کےساتھ چلااورخطروں کے پیش نظراس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایااوراپنی قرارگاہ اوراپنے اعمال کے نتیجہ اورانجام کار کی منزل پرنظررکھی.

211 سخاوت عزت آبرو کی پاسبان ہے بُردباری احمق کے منہ کاتسمہ ہے،درگزرکرنا کامیابی کی زکوٰۃ ہے،جوغداری کرے اسے بھول جانااس کا بدل ہے۔مشورہ لیناخودصحیح راستہ پاجانا ہے جوشخص رائے پراعتماد کرکے بے نیاز ہوجاتا ہے وہ اپنے کوخطرہ میں ڈالتاہے۔صبر مصائب وحوادث کامقابلہ کرتاہے۔بیتابی وبیقراری زمانہ کے مددگاروں میں سے ہے۔ بہترین دولتمندی آرزوؤں سے ہاتھ اٹھالیناہے۔بہت سی غلام عقلیں امیروں کی ہواوہوس

کے بارے میں دبی ہوئی ہیں۔تجربہ و آزمائش کی نگہداشت حسن توفیق کا نتیجہ ہے دوستی و محبت اکتسابی قرابت ہے جو تم سے رنجیدہ و دل تنگ ہو اس پر اطمینان و اعتماد نہ کرو۔

212 انسان کی خود پسندی اس کی عقل کے حریفوں میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حاسد محسود کی کسی خوبی و حسن کو نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح خود پسندی عقل کے جوہر کا ابھرنا اور اس کے خصائص کا نمایاں ہونا گوارا نہیں کرتی۔جس سے مغرور خود بین انسان ان عادات و خصائل سے محروم رہتا ہے، جو عقل کے نزدیک پسندیدہ ہوتے ہیں۔

213 تکلیف سے چشم پوشی کرو۔ورنہ کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔

ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور ہوتی ہے۔اگر انسان دوسروں کی خامیوں اور کمزوریوں سے متاثر ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کرتا جائے، تو رفتہ رفتہ وہ اپنے دوستوں کو کھودے گا، اور دنیا میں تنہا اور بے یارو مددگار ہو کر رہ جائے گا، جس سے اس کی زندگی تلخ اور الجھنیں بڑھ جائیں گی۔ایسے موقع پر انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس معاشرہ میں اسے فرشتے نہیں مل سکتے کہ جن سے اسے کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہو اسے انہی لوگوں میں رہنا سہنا اور انہی لوگوں میں زندگی گزارنا ہے۔لہٰذا جہاں تک ہو سکے ان کی کمزوریوں کو نظر انداز کرے اور ان کی ایذا رسانیوں سے چشم پوشی کرتا رہے۔

214 جس (درخت) کی لکڑی نرم ہو اس کی شاخیں گھنی ہوتی ہیں۔

جو شخص تندخو اور بدمزاج ہو X وہ کبھی اپنے ماحول کو خوش گوار بنانے میں کامیاب نہیں

ہوسکتا۔ بلکہ اس کے ملنے والے بھی اس کے ہاتھوں، نالاں اور اس سے بیزار رہیں گے اور جو خوش خلق اور شیریں زبان ہو لوگ اس کے قرب کے خواہاں اور اس کی دوستی کے خواہشمند ہوں گے اور وقت پڑنے پر اس کے معاون و مددگار ثابت ہوں گے جس سے وہ اپنی زندگی کو کامیاب بنا لے جاسکتا ہے۔

215 مخالفت صحیح رائے کو برباد کردیتی ہے۔

216 جو منصب پالیتا ہے دست درازی کرنے لگتا ہے۔

217 حالات کے پلٹوں ہی میں مردوں کے جوہر کھلتے ہیں۔

218 دوست کا حسد کرنا دوستی کی خامی ہے۔

219 اکثر عقلوں کا ٹھوکر کھا کر گرنا طمع و حرص کی بجلیاں چمکنے پر ہوتا ہے۔

جب انسان طمع و حرص میں پڑ جاتا ہے تو رشوت، چوری، خیانت، سود خوری اور اس قبیل کے دوسرے اخلاقی عیوب اس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور عقل ان باطل خواہشوں کی جگمگاہٹ سے اس طرح خیرہ ہو جاتی ہے کہ اسے ان قبیح افعال کے عواقب و نتائج نظر ہی نہیں آتے کہ وہ اسے روکے ٹوکے اور اس خواب غفلت سے جھنجھوڑے البتہ جب دنیا سے رخت سفر باندھنے پر تیار ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جو کچھ سمیٹا تھا وہ یہیں کے لیے تھا ساتھ نہیں لے جاسکتا، تو اس وقت آنکھیں کھلتی ہیں۔

220 یہ انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن و گمان پر اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔

221 آخرت کے لیے بہت برا توشہ ہے بندگان خدا پر ظلم و تعدی کرنا۔

222 بلند انسان کے بہترین افعال میں سے یہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے چشم پوشی کرے جنہیں وہ نہیں جانتا ہے۔

223 جس پر حیا نے اپنا لباس پہنا دیا ہے اس کے عیب لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں آ سکتے۔

جو شخص حیا کے جوہر سے آراستہ ہوتا ہے اس کے لیے حیا ایسے امور کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے جو معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ اس لیے اس میں عیب ہوتا ہی نہیں کہ دوسرے دیکھیں اور اگر کسی امر قبیح کا اس سے ارتکاب ہو بھی جاتا ہے تو حیا کی وجہ سے علانیہ مرتکب نہین ہوتا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کے عیب پر پڑ سکیں۔

224 زیادہ خاموشی رعب وہیبت کا باعث ہوتی ہے۔ اور انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے لطف و کرم سے قدر و منزلت بلند ہوتی ہے جھک کر ملنے سے نعمت تمام ہوتی ہے۔ دوسروں کا بوجھ بٹانے سے لازماً سرداری حاصل ہوتی ہے اور خوش رفتاری سے کینہ ور دشمن مغلوب ہوتا ہے اور سر پھرے آدمی کے مقابلہ میں بردباری کرنے سے اس کے مقابلہ میں اپنے طرفدار زیادہ ہو جاتے ہیں۔

225 تعجب ہے کہ حاسد جسمانی تندرستی پر حسد کرنے سے کیوں غافل ہو گئے.

حاسد دوسروں کے مال و جاہ پر تو حسد کرتا ہے۔ مگر ان کی صحت و توانائی پر حسد نہیں کرتا حالانکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے زیادہ گرانقدر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دولت و ثروت کے اثرات ظاہری طمطراق اور آرام و آسائش کے اسباب سے نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور صحت

ایک عمومی چیز قرار پا کرنا قدری کا شکار ہو جاتی ہے اور اسے اتنا بے قدر سمجھا جاتا ہے کہ حاسد بھی اسے حسد کے قابل نہیں سمجھتے۔ چنانچہ ایک دولت مند کو دیکھتا ہے تو اس کے مال و دولت پر اسے حسد ہوتا ہے اور ایک مزدور کو دیکھا کہ جو سر پر بوجھ اٹھائے دن بھر چلتا پھرتا ہے تو وہ اس کی نظروں میں قابل حسد نہیں ہوتا۔ گویا صحت و توانائی اس کے نزدیک حسد کے لائق چیز نہیں ہے کہ اس پر حسد کرے البتہ جب خود بیمار پڑتا ہے تو اسے صحت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس موقع پر اسے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ قابل حسد یہی صحت ہے جو اب تک اس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی.

مقصد یہ ہے کہ صحت کو ایک گرانقدر نعمت سمجھنا چاہیے اور اس کی حفاظت و نگہداشت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے

226 طمع کرنے والا ذلت کی زنجیروں میں گرفتار رہتا ہے۔

227 آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایمان دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضا سے عمل کرنا ہے.

228 جو دنیا کے لیے اندوہناک ہو وہ قضا و قدر الٰہی سے ناراض ہے اور جو اس مصیبت پر کہ جس میں مبتلا ہے شکوہ کرے تو وہ اپنے پروردگار کا شاکی ہے اور جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اس کی دولتمندی کی وجہ سے جھکے تو اس کا دوتہائی دین جاتا رہتا ہے اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرے پھر مر کر دوزخ میں داخل ہو تو ایسے ہی لوگوں میں سے ہوگا، جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور جس کا دل دنیا کی محبت میں وارفتہ ہو جائے تو اس کے دل

میں دنیا کی یہ تین چیزیں پیوست ہو جاتی ہیں۔ایسا غم کہ جو اس سے جدا نہیں ہوتا اور ایسی حرص کہ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور ایسی امید کہ جو بر نہیں آتی۔

229 قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی عیش و آرام نہیں ہے۔

حضرت سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ «ہم اس کو پاک و پاکیزہ زندگی دیں گے»؟ آپ نے فرمایا کہ وہ قناعت ہے۔

حسن خلق کو نعمت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح نعمت باعث لذت ہوتی ہے اسی طرح انسان خوش اخلاقی و نرمی سے دوسروں کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اپنے ماحول کو خوش گوار بنا سکتا ہے۔اور اپنے لیے لذت و راحت کا سامان کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور قناعت کو سرمایہ و جاگیر اس لیے قرار دیا ہے کہ جس طرح ملک و جاگیر احتیاج کو ختم کر دیتی ہے اسی طرح جب انسان قناعت اختیار کر لیتا ہے اور اپنے رزق پر خوش رہتا ہے تو وہ خلق سے مستغنی اور احتیاج سے دور ہوتا ہے۔

ہر قانع شد بخشک و تر شہ بحر و بر داشت

230 جس کی طرف فراخِ روزی کئے ہوئے ہو اس کے ساتھ شرکت کرو، کیونکہ اس میں دولت حاصل کرنے کا زیادہ امکان اور خوش نصیبی کا زیادہ قرینہ ہے۔

231 خداوند عالم کے ارشاد کے مطابق کہ اللہ تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔فرمایا! عدل انصاف ہے اور احسان لطف و کرم۔

232 جو عاجز و قاصر ہاتھ سے دیتا ہے اسے با اقتدار ہاتھ سے ملتا ہے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے کچھ خیر و نیکی کی راہ میں خرچ کرتا ہے اگر چہ وہ کم ہو، مگر خداوند عالم اس کا اجر بہت زیادہ قرار دیتا ہے اور اس مقام پر دو ہاتھوں سے مراد دو نعمتیں ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام نے بندہ کی نعمت اور پروردگار کی نعمت میں فرق بتایا ہے کہ وہ تو عجز و قصور کی حامل ہے اور وہ با اقتدار ہے۔ کیونکہ اللہ کی عطا کردہ نعمتیں مخلوق کی دی ہوئی نعمتوں سے ہمیشہ بدرجہا بڑھی چڑھی ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ ہی کی نعمتیں تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہیں۔ لہٰذا ہر نعمت انہی نعمتوں کی طرف پلٹتی ہے، اور انہی سے وجود پاتی ہے۔

233 اپنے فرزند امام حسن علیہ السّلام سے فرمایا:

کسی کو مقابلہ کے لیے خود نہ للکارو۔ ہاں اگر دوسرا للکارے تو فوراً جواب دو۔ اس لیے کہ جنگ کی خود سے دعوت دینے والا زیادتی کرنے والا ہے، اور زیادتی کرنے والا تباہ ہوتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر دشمن آمادہ پیکار ہو اور جنگ میں پہل کرے تو اس موقع پر اس کی روک تھام کے لیے قدم اٹھانا چاہیے اور از خود حملہ نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سراسر ظلم و تعدی ہے اور جو ظلم و تعدی کا مرتکب ہوگا، وہ اس کی پاداش میں خاک مذلت پر پچھاڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السّلام ہمیشہ دشمن کے للکارنے پر میدان میں آتے اور خود سے دعوت مقابلہ نہ دیتے تھے۔ چنانچہ ابن الحدید تحریر کرتے ہیں۔

ہمارے سننے میں نہیں آیا کہ حضرت نے کبھی کسی کو مقابلہ کے لیے للکارا ہو بلکہ جب مخصوص

طور پر آپ کو دعوت مقابلہ دی جاتی تھی یا عمومی طور پر دشمن للکارتا تھا، تو اس کے مقابلہ میں نکلتے تھے اور سے قتل کر دیتے تھے۔(شرح ابن ابی الحدید، جلد 4، صفحہ 344)

234 عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بدترین صفتیں ہیں۔ غرور، بزدلی اور کنجوسی اس لیے کہ عورت جب مغرور ہوگی، تو وہ کسی کو اپنے نفس پر قابو نہ دے گی اور کنجوس ہوگی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور بزدل ہوگی تو وہ ہر اس چیز سے ڈرے گی جو پیش آئے گی۔

235 آپ علیہ السّلام سے عرض کیا گیا کہ عقلمند کے اوصاف بیان کیجئے۔ فرمایا! عقلمند وہ ہے جو ہر چیز کو اس کے موقع و محل پر رکھے۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ جاہل کا وصف بتائیے تو فرمایا میں بیان کر چکا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ جاہل وہ ہے جو کسی چیز کو اس کے موقع و محل پر نہ رکھے۔ گویا حضرت کا اسے نہ بیان کرنا ہی بیان کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے اوصاف عقلمند کے اوصاف کے برعکس ہیں۔

236 خدا کی قسم تمہاری یہ دنیا میرے نزدیک سور کی انتڑیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے جو کسی کوڑھی کے ہاتھ میں ہوں۔

237 ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت و خواہش کے پیشِ نظر کی، یہ سودا کرنے والوں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی، اور یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے از روئے شکر و سپاس گزاری اس کی عبادت

کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے۔

238 عورت سراپا برائی ہے اور سب سے بڑی برائی اس میں یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔

239 جو شخص سستی و کاہلی کرتا ہے وہ اپنے حقوق کو ضائع و برباد کر دیتا ہے اور جو چغل خور کی بات پر اعتماد کرتا ہے، وہ دوست کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتا ہے۔

240 گھر میں ایک غصبی پتھر اس کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ کلام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہوا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے کہ دونوں کے کلام ایک دوسرے کے مثل ہوں کیونکہ دونوں کا سرچشمہ تو ایک ہی ہے۔

# باب ۹

## اقوال ۲۴۱ تا ۲۷۰

241 مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ ہوگا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

دنیا میں ظلم سہہ لینا آسان ہے۔ مگر آخرت میں اس کی سزا بھگتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ ظلم سہنے کا عرصہ زندگی بھر کیوں نہ ہو پھر بھی محدود ہے۔ اور ظلم کی پاداش جہنم ہے، جس کا سب سے زیادہ ہولناک پہلو ہے کہ وہاں زندگی ختم نہ ہوگی کہ موت دوزخ کے عذاب سے بچا لے جائے چنانچہ ایک ظالم اگر کسی کو قتل کر دیتا ہے تو قتل کے ساتھ ظلم کی حد بھی ختم ہو جائے گی، اور اب اس کی گنجائش نہ ہوگی کہ اس پر مزید ظلم کیا جاسکے مگر اس کی سزا یہ ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈالا جائے کہ جہاں وہ اپنے کئے کی سزا بھگتتا رہے۔

پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد در گردن او بماند بر ما بگذشت

242 اللہ سے کچھ تو ڈرو، چاہے وہ کم ہی ہو، اور اپنے اور اللہ کے درمیان کچھ تو پردہ رکھو، چاہے وہ باریک ہی سا ہو۔

243 جب (ایک سوال کے لیے) جوابات کی بہتات ہو جائے تو صحیح بات چھپ جایا کرتی ہے۔

اگر کسی سوال کے جواب میں ہر گوشہ سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ تو ہر جواب نئے سوال کا تقاضا بن کر بحث وجدل کا دروازہ کھول دے گا اور جوں جوں جوابات کی کثرت ہوگی۔ اصل

حقیقت کی کھوج اور صحیح جواب کی سراغ رسائی مشکل ہو جائے گی. کیونکہ ہر شخص اپنے جواب کو صحیح تسلیم کرانے کے لیے ادھر ادھر سے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کرے گا جس سے سارا معاملہ الجھاؤ میں پڑ جائے گا. اور یہ خواب کثرت تعبیر سے خواب پریشان ہو کر رہ جائے گا.

244 بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہر نعمت میں حق ہے تو جو اس حق کو ادا کرتا ہے. اللہ اس کے لیے نعمت کو اور بڑھاتا ہے. اور جو کوتاہی کرتا ہے وہ موجودہ نعمت کو بھی خطرہ میں ڈالتا ہے.

245 جب مقدرت زیادہ ہو جاتی ہے تو خواہش کم ہو جاتی ہے.

246 نعمتوں کے زائل ہونے سے ڈرتے رہو کیونکہ ہر بے قابو ہو کر نکل جانے والی چیز پلٹا نہیں کرتی.

247 جذبہ کرم رابطہ قرابت سے زیادہ لطیف و مہربانی کا سبب ہوتا ہے.

248 جو تم سے حسن ظن رکھے اس کے گمان کو سچا ثابت کرو.

249 بہترین عمل وہ ہے جس کے بجالانے پر تمہیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے.

250 میں نے اللہ سبحانہ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے نیتوں کے بدل جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے.

ارادوں کے ٹوٹنے اور ہمتوں کے پست ہونے سے خداوند عالم کی ہستی پر اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک کام کے کرنے کا ارادہ ہوتا ہے, مگر وہ ارادہ فعل سے ہمکنار ہونے سے پہلے ہی بدل جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے. یہ ارادوں کا ادلنا بدلنا اور ان میں تغیر و انقلاب کا رونما ہونا اس کی دلیل ہے کہ ہمارے ارادوں پر ایک بالا

دست قوت کارفرما ہے جو انہیں عدم سے وجود اور وجود سے عدم میں لانے کی قوت وطاقت رکھتی ہے, اور یہ امر انسان کے احاطہ اختیار سے باہر ہے۔لہٰذا اسے اپنے مافوق ایک طاقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ جو ارادوں میں ردوبدل کرتی رہتی ہے۔

251 دنیا کی تلخی آخرت کی خوشگواری ہے اور دنیا کی خوشگواری آخرت کی تلخی ہے۔

252 خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لیے۔اور نماز کو فرض کیا رعونت سے بچانے کے لیے اور زکوۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کے لیے، اور روزہ کو مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کے لیے اور حج کو دین کو تقویت پہنچانے کے لیے، اور جہاد کو اسلام کو سرفرازی بخشنے کے لیے، اور امر بالمعروف کو اصلاحِ خلائق کے لیے اور نہی عن المنکر کو سرپھروں کی روک تھام کے لیے اور حقوقِ قرابت کے ادا کرنے کو (یاروانصار کی) گنتی بڑھانے کے لیے اور قصاص کو خونریزی کے انسداد کے لیے اور حدود شرعیہ کے اجراء کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کے لیے اور شراب خوری کے ترک کو عقل کی حفاظت کے لیے اور چوری سے پرہیز کو پاک بازی کا باعث ہونے کے لیے اور زنا سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے کے لیے اور اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کے لیے اور گواہی کو انکارِ حقوق کے مقابلہ میں ثبوت مہیا کرنے کے لیے اور جھوٹ سے علحیدگی کو سچائی کا شرف آشکارا کرنے کے لیے اور قیامِ امن کو خطروں سے تحفظ کے لیے اور امانتوں کی حفاظت کو امت کا نظام درست رکھنے کے لیے اور اطاعت کو امامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے

253 آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی ظالم سے قسم لینا ہو تو اس سے اس طرح حلف اٹھواؤ

کہ وہ اللہ کی قوت وتوانائی سے بری ہے؟ کیونکہ جب وہ اس طرح جھوٹی قسم کھائے گا تو جلد اس کی سزا پائے گا اور جب یوں قسم کھائے کہ قسم اُس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو جلد اس کی گرفت نہ ہوگی، کیونکہ اُس نے اللہ کو وحدت و یکتائی کے ساتھ یاد کیا ہے۔

254 اے فرزندِ آدم! اپنے مال میں اپنا وصی خود بن اور جو تو چاہتا ہے کہ تیرے بعد تیرے مال میں سے خیر خیرات کی جائے، وہ خود انجام دے دے۔

255 غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے کیونکہ غصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اُس کی دیوانگی پختہ ہے۔

256 حسد کی کمی بدن کی تندرستی کا سبب ہے۔

257 کمیل ابن زیاد نخعی سے فرمایا: اے کمیل! اپنے عزیز واقارب کو ہدایت کرو کہ وہ اچھی خصلتوں کو حاصل کرنے کے لیے دن کے وقت نکلیں اور رات کو سو جانے والے کی حاجت روائی کو چل کھڑے ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کی قوتِ شنوائی تمام آوازوں پر حاوی ہے، جِس کسی نے بھی کسی کے دل کو خوش کیا تو اللہ اُس کے لیے اُس سرور سے ایک لطفِ خاص خلق فرمائے گا کہ جب بھی اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ نشیب میں بہنے والے پانی کی طرح تیزی سے بڑھے اور اجنبی اونٹوں کو ہنکانے کی طرح اس مصیبت کو ہنکا کر دور کر دے۔

258 جب تنگدست ہو جاؤ تو صدقہ کے ذریعے بچو۔

259 غداروں سے وفا کرنا اللہ کے نزدیک غداری ہے اور غداروں کے ساتھ غداری کرنا

اللہ کے نزدیک عین وفا ہے۔

260 کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں ہے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام پہلے بھی گذر چکا ہے مگر یہاں اس میں کچھ عمدہ اور مفید اضافہ ہے۔

261 جب امیر المومنین علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی کہ معاویہ کے ساتھیوں نے (شہر) انبار پر دھاوا کیا تو آپ بنفس نفیس پیادہ پا چل کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ نخیلہ تک پہنچ گئے, اتنے میں لوگ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے یا امیر المومنین علیہ السّلام! ہم دشمن سے نپٹ لیں گے.آپ کے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں.

آپ نے فرمایا کہ تم اپنے سے تو میرا بچاؤ کر نہیں سکتے دوسروں سے کیا بچاؤ کرو گے. مجھ سے پہلے رعایا اپنے حاکموں کے ظلم و جور کی شکایت کیا کرتی تھی مگر میں آج اپنی رعیت کی زیادتیوں کا گلہ کرتا ہوں, گویا کہ میں رعیت ہوں اور وہ حاکم اور میں حلقہ بگوش ہوں اور وہ فرمانروا۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) جب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک طویل کلام کے ذیل میں کہ جس کا منتخب حصہ ہم خطب میں درج کر چکے ہیں یہ کلمات ارشاد فرمائے تو آپ کے اصحاب

میں سے دو شخص اٹھ کھڑے ہوئے اوران میں سے ایک نے کہا کہ یا امیرالمومنین علیہ السّلام مجھے اپنی ذات اوراپنے بھائی کے علاوہ کسی پر اختیار نہیں تو آپ ہمیں حکم دیں ہم اسے بجالائیں گے جس پر حضرت نے فرمایا کہ میں جو چاہتا ہوں وہ تم دو 2 آدمیوں سے کہاں سرانجام پا سکتا ہے۔

262 بیان کیا گیا ہے کہ حارث ابن حوط حضرت کی خدمت میں حاضر ہوااور کہا کہ کیا آپ کے خیال میں اس کا گمان بھی ہوسکتا ہے کہ اصحاب جمل گمراہ تھے؟

حضرت نے فرمایا کہ اے حارث! تم نے نیچے کی طرف دیکھا اوپر کی طرف نگاہ نہیں ڈالی جس کے نتیجہ میں تم حیران وسرگردان ہوگئے ہو,تم حق ہی کو نہیں جانتے کہ حق والوں کو جانو اور باطل ہی کو نہیں پہچانتے کہ باطل کی راہ پر چلنے والوں کو پہچانو۔

حارث نے کہا کہ میں سعد ابن مالک اورعبداللہ ابن عمر کے ساتھ گوشہ گزیں ہو جاؤں گا۔

حضرت نے فرمایا کہ!

سعداورعبداللہ ابن عمر نے حق کی مدد کی,اورنہ باطل کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔

سعد ابن مالک (سعد ابن ابی وقاص)اورعبداللہ ابن عمران لوگوں میں سے تھے جو امیر المومنین علیہ السّلا م کی رفاقت وہمنوائی سے منہ موڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ سعد ابن ابی وقاص توحضرت عثمان کے قتل کے بعد ایک صحرا کی طرف منتقل ہوگئے اوروہیں زندگی گزاردی,اور حضرت کی بیعت نہ کرنا تھی نہ کی اورعبداللہ ابن عمر نے اگرچہ بیعت کرلی تھی,مگر جنگوں میں حضرت کا ساتھ دینے سے انکار کردیا تھااوراپنا عذر یہ پیش کیا تھا کہ میں عبادت کے لیے

گوشہ نشینی اختیار کر چکا ہوں اب حرب و پیکار سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتا.

عذرہائے ایں چنین نزد خرد بیشکے عذرے است بدتر از گناہ

263 بادشاہ کا ندیم و مصاحب ایسا ہے جیسے شیر پر سوار ہونے والا کہ اس کے مرتبہ پر رشک کیا جاتا ہے وہ اپنے موقف سے خوب واقف ہے.

مقصد یہ ہے کہ جسے بارگاہ سلطانی میں تقرب حاصل ہوتا ہے لوگ اس کے جاہ و منصب اور عزت و اقبال کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں, مگر خود اسے ہر وقت یہ دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ کہیں بادشاہ کی نظریں اس سے پھر نہ جائیں, اور وہ ذلت و رسوائی یا موت و تباہی کے گڑھے میں نہ جا پڑے جیسے شیر سوار کہ لوگ اس سے مرعوب ہوتے ہیں اور وہ اس خطرہ میں گھرا ہوتا ہے کہ کہیں شیر اسے پھاڑ نہ کھائے یا کسی مہلک گڑھے میں نہ جا گرائے.

264 دوسروں کے پسماندگان سے بھلائی کرو. تاکہ تمہارے پسماندگان پر بھی نظر شفقت پڑے.

265 جب حکما کا کلام صحیح ہو تو وہ دوا ہے اور غلط ہو تو سراسر مرض ہے.

علمائے مصلحین کا طبقہ اصلاح کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے, اور فساد کا بھی کیونکہ عوام ان کے زیر اثر ہوتے ہیں اور ان کے قول و عمل کو صحیح و معیاری سمجھتے ہوئے اس سے استفادہ کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں. اس صورت میں اگر ان کی تعلیم اصلاح کی حامل ہوگی تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد اصلاح و رشد سے آراستہ ہو جائیں گے اور اگر اس میں خرابی ہوگی تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد گمراہی و بے راہروی میں مبتلا ہو جائیں گے. اسی لیے کہا جاتا ہے

کہ جب عالم میں فساد رونما ہوتا ہے تو اس فساد کا اثر ایک دنیا پر پڑتا ہے.

266 حضرت سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کل میرے پاس آنا تاکہ میں تمہیں اس موقع پر بتاؤں کہ دوسرے لوگ بھی سن سکیں کہ اگر تم بھول جاؤ تو دوسرے یاد رکھیں. اس لیے کلام بھڑکے ہوئے شکار کے مانند ہوتا ہے کہ اگر ایک کی گرفت میں آجاتا ہے تو دوسرے کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے.

(سید رضی کہتے ہیں کہ) حضرت نے اس کے بعد جواب دیا وہ آپ کا یہ ارشاد تھا کہ

«الایمان علی اربع شعب»

(ایمان کی چار قسمیں ہیں)

267 اے فرزند آدم علیہ السّلام! اس دن کی فکر کا بار جو ابھی آیا نہیں, آج کے اپنے دن پر نہ ڈال کہ جو آچکا ہے. اس لیے کہ اگر ایک دن بھی تیری عمر کا باقی ہوگا تو اللہ تیرا رزق تجھ تک پہنچائے گا.

268 اپنے دوست سے بس ایک حد تک محبت کرو کیونکہ شاید کسی دن وہ تمہارا دشمن ہو جائے اور دشمن کی دشمنی بس ایک حد تک رکھو ہوسکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دوست ہو جائے.

269 دنیا میں کام کرنے والے دو 2 قسم کے ہیں ایک وہ جو دنیا کے لیے سرگرم عمل رہتا ہے اور اسے دنیا نے آخرت سے روک رکھا ہے. وہ اپنے پسماندگان کے لیے فقر و فاقہ کا خوف کرتا ہے مگر اپنی تنگدستی سے مطمئن ہے تو وہ دوسروں کے فائدہ ہی میں پوری عمر بسر کر دیتا ہے اور ایک وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اس کے لیے عمل کرتا ہے تو اسے تگ و دو کئے بغیر

دنیا بھی حاصل ہوجاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں حصوں کو سمیٹ لیتا ہے اور دونوں گھروں کا مالک بن جاتا ہے وہ اللہ کے نزدیک باوقار ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی حاجت نہیں مانگتا جو اللہ پوری نہ کرے۔

270 بیان کیا گیا ہے کہ عمر ابن خطاب کے سامنے خانہ کعبہ کے زیورات اور ان کی کثرت کا ذکر ہوا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ ان زیورات کو لے لیں اور انہیں مسلمانوں کے لشکر پر صرف کر کے ان کی روانگی کا سامان کریں تو زیادہ باعث اجر ہوگا۔ خانہ کعبہ کو ان زیورات کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ عمر نے اس کا ارادہ کر لیا اور امیر المومنین علیہ السلام سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔

آپ نے فرمایا کہ جب قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو اس وقت چار قسم کے اموال تھے, ایک مسلمانوں کا ذاتی مال تھا اسے آپ نے ان کے وارثوں میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا۔دوسرا مال غنیمت تھا, اسے اس کے مستحقین پر تقسیم کیا .تیسرا مال خمس تھا,اس مال کے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف مقرر کر دیئے۔ چوتھے زکوٰۃ و صدقات تھے۔انہیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو ان کا مصرف ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے زیورات اس زمانہ میں بھی موجود تھے لیکن اللہ نے ان کو ان کے حال پر رہنے دیا اور ایسا بھولے سے تو نہیں ہوا,اور نہ ان کا وجود اس پر پوشیدہ تھا۔لہٰذا آپ بھی انہیں وہیں رہنے دیجئے جہاں اللہ اور اس کے رسول نے انہیں رکھا ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہو جاتے اور زیورات کو ان کی حالت پر رہنے دیا۔

# باب ۱۰

## اقوال ۲۷۱ تا ۳۰۰

271 روایت کی گئی ہے کہ حضرت کے سامنے دو 2 آدمیوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے بیت المال میں چوری کی تھی ایک تو ان میں غلام اور خود بیت المال کی ملکیت تھا اور دوسرا لوگوں میں سے کسی کی ملکیت میں تھا۔آپ نے فرمایا کہ « یہ غلام جو بیت المال کا ہے اس پر حد جاری نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ کا مال اللہ کے مال ہی نے کھایا ہے لیکن دوسرے پر حد جاری ہوگی۔ چنانچہ اس کا ہاتھ قطع کردیا۔

272 اگر ان پھسلنوں سے بچ کر میرے پیر جم گئے تو میں بہت سی چیزوں میں تبدیلی کر دوں گا۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پیغمبر اسلام کے بعد دین میں تغیرات رونما ہونا شروع ہو گئے اور کچھ افراد نے قیاس ورائے سے کام لے کر احکام شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی بنیاد ڈال دی۔حالانکہ حکم شرعی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا,کہ وہ قرآن وسنت کے واضح احکام کو ٹھکرا کر اپنے قیاسی احکام کا نفاذ کرے۔چنانچہ قرآن کریم میں طلاق کی یہ واضح صورت بیان ہوئی ہے کہ الطلاق مرّتٰن طلاق

(رجعی کہ جس میں بغیر محلل کے رجوع ہوسکتی ہے)دو 2 مرتبہ ہے مگر حضرت عمر نے بعض مصالح کے پیش نظر ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کا حکم دے دیا۔اسی طرح میراث میں عول کا طریقہ رائج کیا گیا اور نماز جنازہ میں چار تکبیروں کو رواج دیا یونہی

حضرت عثمان نے نماز جمعہ میں ایک اذان بڑھادی اور قصر کے موقع پر پوری نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور نماز عید میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا۔اور اسی طرح کے بے شمار احکام وضع کر لیے گئے جس سے صحیح احکام بھی غلط احکام کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتماد بن گئے۔

امیرالمومنین علیہ السلام جو شریعت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے وہ ان احکام کے خلاف احتجاج کرتے اور صحابہ کے خلاف اپنی رائے رکھتے تھے چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ:

ہمارے لیے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ امیرالمومنین علیہ السّلام شرعی احکام و قضایا میں صحابہ کے خلاف رائے رکھتے تھے۔

جب حضرت ظاہری خلافت پر متمکن ہوئے تو ابھی آپ کے قدم پوری طرح سے جمنے نہ پائے تھے کہ چاروں طرف سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان الجھنوں سے آخر وقت تک چھٹکارا حاصل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تبدیل شدہ احکام میں پوری طرح ترمیم نہ ہو سکی,اور مرکز سے دور علاقوں میں بہت غلط سلط احکام رواج پا گئے۔البتہ وہ طبقہ جو آپ سے وابستہ تھا,وہ آپ سے احکام شریعت کو دریافت کرتا تھا,اورانہیں محفوظ رکھتا جس کی وجہ سے صحیح احکام نابود اور غلط مسائل ہمہ گیر نہ ہو سکے۔

273 پورے یقین کے ساتھ اس امر کو جانے رہو کہ اللہ سبحانہ نے کسی بندے کے لیے چاہے اس کی تدبیریں بہت زبردست ٭ اس کی جستجو شدید اور اس کی ترکیبیں طاقت ور ہوں اس سے زائد رزق قرار دیا جتنا کہ تقدیر الہی میں اس کے لیے مقرر ہو چکا ہے۔اور کسی

بندے کے لیے اس کمزوری و بے چارگی کی وجہ سے لوح محفوظ میں اس کے مقررہ رزق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا سود و منفعت کی راحتوں میں سب لوگوں سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسے نظر انداز کرنے اور اس میں شک و شبہ کرنے والا سب لوگوں سے زیادہ زیاں کاری میں مبتلا ہے۔ بہت سے وہ جنہیں نعمتیں ملی ہیں، نعمتوں کی بدولت کم کم عذاب کے نزدیک کئے جا رہے ہیں، اور بہت سوں کے ساتھ فقر فاقہ کے پردہ ہیں اللہ کا لطف و کرم شامل حال ہے لہذا اسے سننے والے شکر زیادہ اور جلد بازی کم کرا اور جو تیری روزی کی حد ہے اس پر ٹھہرا رہ۔

274 اپنے علم کو اور اپنے یقین کو شک نہ بناؤ جب جان لیا تو عمل کرو، اور جب یقین پیدا ہو گیا تو آگے بڑھو۔

علم و یقین کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اگر اس کے مطابق عمل ظہور میں نہ آئے تو اسے علم و یقین سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے یقین ہے کہ فلاں راستہ میں خطرات ہیں اور وہ بے خطر راستہ کو چھوڑ کر اسی پر خطر راستہ میں راہ پیمائی کرے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس راہ کے خطرات پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ اس یقین کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ اس راستہ ہر چلنے سے احتراز کرتا۔ اسی طرح جو شخص حشر و نشر اور عذاب و ثواب پر یقین رکھتا ہو وہ دنیا کی غفلتوں سے مغلوب ہو کر آخرت کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ عذاب و عقاب کے خوف سے عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

275 طمع گھاٹ پر اتارتی ہے مگر سیراب کئے بغیر پلٹا دیتی ہے۔ ذمہ داری کا بوجھ اٹھاتی ہے

مگر اسے پورا نہیں کرتی۔اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی پینے والے کو پینے سے پہلے ہی اچھو ہو جاتا ہے۔اور جتنی کسی مرغوب و پسندیدہ چیز کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اسے کھو دینے کا رنج زیادہ ہوتا ہے۔آرزوئیں دیدہ و بصیرت کو اندھا کر دیتی ہیں اور جو نصیب میں ہوتا ہے پہنچنے کی کوشش کئے بغیر مل جاتا ہے۔

276 اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا ظاہر لوگوں کی چشم ظاہر میں بہتر ہو اور جو اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہوں، وہ تیری نظروں میں برا ہو۔درآں حالیکہ میں لوگوں کے دکھاوے کے لیے اپنے نفس سے ان چیزوں کی نگہداشت کروں جن سب سے تو آگاہ ہے۔اس طرح لوگوں کے سامنے تو ظاہر کے اچھا ہونے کی نمائش کروں اور تیرے سامنے اپنی بداعمالیوں کو پیش کرتا رہوں جس کے نتیجہ میں تیرے بندوں سے تقرب حاصل کروں، اور تیری خوشنودیوں سے دور ہی ہوتا چلا جاؤں۔

277 (کسی موقع پر قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا) اس ذات کی قسم جس کی بدولت ہم نے ایسی شب تار کے باقی ماندہ حصہ کو بسر کر دیا۔جس کے چھٹتے ہی روز درخشاں ظاہر ہو گا ایسا اور ایسا نہیں ہوا۔

278 وہ تھوڑا عمل جو پابندی سے بجالایا جاتا ہے زیادہ فائدہ مند ہے اس کثیر عمل سے کہ جس سے دل اکتا جائے۔

279 جب مستحبات فرائض میں سدراہ ہوں تو انہیں چھوڑ دو۔

280 جو سفر کی دوری کو پیش نظر رکھتا ہے وہ کمر بستہ رہتا ہے۔

281 آنکھوں کا دیکھنا حقیقت میں دیکھنا نہیں کیونکہ آنکھیں کبھی اپنے اشخاص سے غلط بیانی بھی کر جاتی ہیں مگر عقل اس شخص کو جو اس سے نصیحت چاہے کبھی فریب نہیں دیتی.

282 تمہارے اور پند و نصیحت کے درمیان غفلت کا ایک بڑا پردہ حائل ہے.

283 تمہارے جاہل دولت زیادہ پا جاتے ہیں اور عالم آئندہ کی توقعات میں مبتلا رکھے جاتے ہیں.

284 علم کا حاصل ہو جانا بہانے کرنے والوں کے عذر کو ختم کر دیتا ہے.

285 جسے جلدی سے موت آ جاتی ہے وہ مہلت کا خواہاں ہوتا ہے اور جسے مہلت زندگی دی گئی ہے وہ ٹال مٹول کرتا رہتا ہے.

286 لوگ کسی شے پر «واہ واہ» نہیں کرتے مگر یہ کہ زمانہ اس کے لیے ایک برا دن چھپائے ہوئے ہے.

287 آپ سے قضا و قدر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ علیہ السّلام نے فرمایا! یہ ایک تاریک راستہ ہے اس میں قدم نہ اٹھاؤ.ایک گہرا سمندر ہے.اس میں نہ اترو اللہ کا ایک راز ہے اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ.

288 اللہ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اسے علم و دانش سے محروم کر دیتا ہے.

289 عہد ماضی میں میرا ایک دینی بھائی تھا اور وہ میری نظروں میں اس وجہ سے باعزت تھا کہ دنیا اس کی نظروں میں پست و حقیر تھی.اس پر پیٹ کے تقاضے مسلط نہ تھے.لہٰذا جو چیز اسے میسر نہ تھی اس کی خواہش نہ کرتا تھا اور جو چیز میسر تھی اسے ضرورت سے زیادہ

صرف میں نہ لاتا تھا۔وہ اکثر اوقات خاموش رہتا تھا اور اگر بولتا تھا تو بولنے والوں کو چپ کرا دیتا تھا اور سوال کرنے والوں کی پیاس بجھا دیتا تھا۔یوں تو وہ عاجز و کمزور تھا,مگر جہاد کا موقع آجائے تو وہ شیر بیشہ اور وادی کا اژدھا تھا وہ جو دلیل و برہان پیش کرتا تھا۔وہ فیصلہ کن ہوتی تھی۔وہ ان چیزوں میں کہ جن میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی,کسی کو سرزنش نہ کرتا تھا جب تک کہ اس کے عذر معذرت کو سن نہ لے وہ کسی تکلیف کا ذکر نہ کرتا تھا,مگر اس وقت کہ جب اس سے چھٹکارا پالیتا تھا,وہ جو کرتا تھا,وہی کہتا تھا اور جو نہیں کرتا تھا وہ اسے کہتا نہیں تھا۔اگر بولنے میں اس پر کبھی غلبہ پا بھی لیا جائے تو خاموشی میں اس پر غلبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔وہ بولنے سے زیادہ سننے کا خواہشمند رہتا تھا اور جب اچانک اس کے سامنے دو چیزیں آجاتی تھیں تو دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں سے ہوائے نفس کے زیادہ قریب کون ہے تو وہ اس کی مخالفت کرتا تھا۔لہٰذا تمہیں ان عادات وخصائل کو حاصل کرنا چاہیے اور ان پر عمل پیرا اور ان کا خواہشمند رہنا چاہیے اگر ان تمام کا حاصل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہو تو اس بات کو جانے رہو کہ تھوڑی سی چیز حاصل کرنا پورے کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

حضرت نے اس کلام میں جس شخص کو بھائی کے لفظ سے یاد کرتے ہوئے اس کے عادات وشمائل کا تذکرہ کیا ہے اس سے بعض نے حضرت ابوذر غفاری,بعض نے عثمان ابن مظعون اور بعض نے مقداد ابن اسود کو مراد لیا ہے مگر بعید نہیں کہ اس سے کوئی فرد خاص مراد نہ ہو کیونکہ عرب کا یہ عام طریقہ کلام ہے کہ وہ اپنے کلام میں اپنے بھائی یا ساتھی کا ذکر کر جاتے تھے ,اور کوئی معین شخص ان کے پیش نظر نہیں ہوتا تھا۔

290 اگر خداوند عالم نے اپنی معصیت کے عذاب سے نہ ڈرایا ہوتا جب بھی اس کی نعمتوں پر شکر کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی معصیت نہ کی جائے۔

291 اشعث ابن قیس کو اس کے بیٹے کا پرسا دیتے ہوئے فرمایا:

اے اشعث! اگر تم اپنے بیٹے پر رنج و ملال کرو تو یہ خون کا رشتہ اس کا سزاوار ہے, اور اگر صبر کرو تو اللہ کے نزدیک ہر مصیبت کا عوض ہے۔ اے اشعث! اگر تم نے صبر کیا تو تقدیر الٰہی نافذ ہوگی اس حال میں کہ تم اجر و ثواب کے حقدار ہو گے اور اگر چیخے چلائے, جب بھی حکم قضا کا جاری ہو کر رہے گا۔ مگر اس حال میں کہ تم پر گناہ کا بوجھ ہوگا۔ تمہارے لیے بیٹا مسرت کا سبب ہوا حالانکہ وہ ایک زحمت و آزمائش تھا اور تمہارے لیے رنج و اندوہ کا سبب ہوا حالانکہ وہ (مرنے سے) تمہارے لیے اجر و رحمت کا باعث ہوا ہے۔

292 رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے۔

صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپ کے غم کے اور بیتابی و بے قراری عموماً بری چیز ہے سوائے آپ کی وفات کے اور بلاشبہ آپ کی موت کا صدمہ عظیم ہے, اور آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آنے والی مصیبت سبک ہے۔

293 بے وقوف کی ہم نشینی اختیار نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے سامنے اپنے کاموں کو سجا کر پیش کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تم اسی کے جیسے ہو جاؤ۔

بے وقوف انسان اپنے طریق کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست سے بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ اس کا سا طور طریقہ اختیار کرے, اور جیسا وہ خود ہے ویسا ہی وہ ہو جائے۔ اس کے یہ معنی نہیں

ہیں کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا دوست بھی اس جیسا بے وقوف ہو جائے۔ کیونکہ وہ خود کو بے وقوف ہی کب سمجھتا ہے جو یہ چاہے اور اگر سمجھتا ہوتا تو بے وقوف ہی کیوں ہوتا۔ بلکہ خود کو عقلمند اور اپنے طریقہ کار کو صحیح سمجھتے ہوئے وہ اپنے دوست کو بھی اپنے ہی جیسا « عقلمند » دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ اپنی رائے کو سجا کر اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا اس سے خواہش مند ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کا دوست اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی راہ پر چل پڑے۔ اس لیے اس سے الگ تھلگ رہنا ہی مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

294 آپ سے دریافت کیا گیا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا« سورج کا ایک دن کا راستہ »۔

295 تین قسم کے تمہارے دوست ہیں اور تین قسم کے دشمن۔ دوست یہ ہیں: تمہارا دوست تمہارے دوست کا دوست, اور تمہارے دشمن کا دشمن اور دشمن یہ ہیں: تمہارا دشمن تمہارے دوست کا دشمن اور تمہارے دشمن کا دوست۔

296 حضرت نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو ایسی چیز کے ذریعہ سے نقصان پہنچانے کے درپے ہے جس میں خود اس کو بھی نقصان پہنچے گا تو آپ نے فرمایا کہ تم اس شخص کی مانند ہو جو اپنے پیچھے والے سوار کو قتل کرنے کے لیے اپنے سینہ میں نیزہ مارے۔

297 نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں اور ان سے اثر لینا کتنا کم ہے۔

اگر زمانہ کے حوادث و انقلابات پر نظر کی جائے اور گزشتہ لوگوں کے احوال و واردات کو دیکھا اور ان کی سرگزشتوں کو سنا جائے تو ہر گوشہ سے عبرت کی ایک ایسی داستان سنی جاسکتی ہے جو

روح کو خواب غفلت سے جھنجھوڑنے پند و نصیحت و موعظمت کرنے اور عبرت و بصیرت دلانے کا پورا سرو سامان رکھتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں ہر چیز کا بننا اور بگڑنا اور پھولوں کا کھلنا اور مرجھانا سبزے کا لہلہانا اور پامال ہونا اور ہر ذرہ کا تغیر و تبدل کی آماجگاہ بننا ایسا درس عبرت ہے جو سیراب زندگی سے جام بقا کے حاصل کرنے کی توقعات ختم کردیتا ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ان عبرت افزا چیزوں سے بند نہ ہوں۔

کاخ جہاں پر است نہ ذکر گزشتگاں لیکن کسیکہ گوش دہد, ایں مذاکم است ※

298 جو لڑائی جھگڑے میں حد سے بڑھ جائے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے ※ اس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں اور جو لڑتا جھگڑتا ہے اس کے لیے مشکل ہوتا ہے کہ وہ خوف خدا قائم رکھے۔

299 وہ گناہ مجھے اندوہناک نہیں کرتا جس کے بعد مجھے مہلت مل جائے کہ میں دو 2 رکعت نماز پڑھوں اور اللہ سے امن و عافیت کا سوال کروں۔

300 امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ خداوند عالم اس کثیر التعداد مخلوق کا حساب کیونکر لے گا؟ فرمایا جس طرح اس کی کثرت کے باوجود روزی انہیں پہنچاتا ہے۔ پوچھا وہ کیونکر حساب لے گا جب کہ مخلوق اسے دیکھے گی نہیں؟ فرمایا جس طرح انہیں روزی دیتا ہے اور وہ اسے دیکھتے نہیں۔

301 تمہارا قاصد تمہاری عقل کا ترجمان ہے اور تمہاری طرف سے کامیاب ترین ترجمانی کرنے والا تمہارا خط ہے۔

302 ایسا شخص جو سختی و مصیبت میں مبتلا ہو۔ جتنا محتاج دعا ہے X اس سے کم وہ خیر و عافیت سے ہے۔ مگر اندیشہ ہے کہ نہ جانے کب مصیبت آ جائے۔

303 لوگ اسی دنیا کی اولاد ہیں اور کسی شخص کو اپنی ماں کی محبت پر لعنت ملامت نہیں کی جا سکتی۔

304 غریب و مسکین اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے تو جس نے اس سے اپنا ہاتھ روکا اس نے خدا سے ہاتھ روکا اور جس نے اسے کچھ دیا اس نے خدا کو دیا۔

305 غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتا۔

306 مدت حیات نگہبانی کے لیے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لاکھ آسمان کی بجلیاں کڑکیں, حوادث کے طوفان امنڈیں, زمین میں زلزلے آئیں اور پہاڑ آپس میں ٹکرائیں, اگر زندگی باقی ہے تو کوئی حادثہ گزند نہیں پہنچا سکتا اور نہ صرصر موت شمع زندگی کو بجھا سکتی ہے کیونکہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس مقررہ وقت تک کوئی چیز سلسلہ حیات کو قطع نہیں کر سکتی, اس لحاظ سے بلاشبہ موت خود زندگی کی محافظ و نگہبان ہے۔

«موت کہتے ہیں جسے ہے پاسبان زندگی»

307 اولاد کے مرنے پہ آدمی کو نیند آ جاتی ہے مگر مال کے چھن جانے پر اسے نیند نہیں آتی۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولاد کے مرنے پر صبر کر لیتا ہے مگر مال کے جانے پر صبر نہیں کرتا۔

308 باپوں کی باہمی محبت اولاد کے درمیان ایک قرابت ہوا کرتی ہے اور محبت کو قرابت کی اتنی ضرورت نہیں جتنی قرابت کو محبت کی.

309 اہل ایمان کے گمان سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ خداوند عالم نے حق کو ان کی زبانوں پر قرار دیا ہے.

310 کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں موجود ہونے والے مال سے اس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے.

311 جب حضرت بصرہ میں وارد ہوئے تو انس بن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا تھا کہ ان دونوں کو کچھ وہ اقوال یاد دلائیں جو آپ علیہ السّلام کے بارے میں انہوں نے خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہیں. مگر انہوں نے اس سے پہلو تہی کی, اور جب پلٹ کر آئے تو کہا کہ وہ بات مجھے یاد نہیں رہی اس پر حضرت نے فرمایا اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اس کی پاداش میں خداوند عالم ایسے چمکدار داغ میں تمہیں مبتلا کرے, کہ جسے دستار بھی نہ چھپا سکے.

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) سفید داغ سے مراد برص ہے چنانچہ انس مرض میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ہمیشہ نقاب پوش دکھائی دیتے تھے.

علامہ رضی نے اس کلام کے جس مورد و عمل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت نے جنگ جمل کے موقع پر انس ابن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں پیغمبر کا قول انکما استقتا تلان علیا وانتما لہ ظالمان (تم عنقریب علی علیہ السّلام سے جنگ کرو گے اور تم ان کے حق میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہو گے) یاد دلائیں تو انہوں نے

پلٹ کر یہ ظاہر کیا کہ وہ اس کا تذکرہ بھول گئے تو حضرت نے ان کے لیے یہ کلمات کہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت نے یہ جملہ اس موقع پر فرمایا جب آپ پیغمبر کے اس ارشاد کی تصدیق چاہی کہ:

جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں۔ اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ۔

چنانچہ متعدد لوگوں نے اس کی گواہی دی۔ مگر انس بن مالک خاموش رہے جس پر حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم بھی تو غدیر خم کے موقع پر موجود تھے پھر اس خاموشی کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا یا امیر المومنین علیہ السّلام میں بوڑھا ہو چکا ہوں اب میری یادداشت کام نہیں کرتی جس پر حضرت نے ان کے لیے بددعا فرمائی۔ چنانچہ ابن قیتبہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے انس ابن مالک سے رسول اللہ کے ارشاد اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اسے بھول چکا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو خدا تمہیں ایسے برص میں مبتلا کرے جسے عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔

ابن ابی الحدید نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے اور سید رضی کے تحریر کردہ واقعہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

سید رضی نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے حضرت نے انس کو طلحہ و زبیر کی طرف روانہ کیا

تھا ایک غیر معروف واقعہ ہے اگر حضرت نے اس کلام کی یاد دہانی کے لیے انہیں بھیجا ہوتا کہ جو پیغمبر نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا تھا تو یہ بعید ہے کہ وہ پلٹ کر یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا۔ کیونکہ جب وہ حضرت سے الگ ہو کر روانہ ہوئے تھے تو اس وقت یہ اقرار کیا تھا کہ پیغمبر کا یہ ارشاد میرے علم میں ہے اور مجھے یاد ہے پھر کس طرح یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک گھڑی یا ایک دن کے بعد یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا, اور اقرار کے بعد انکار کریں۔ یہ ایک نہ ہونے والی بات ہے۔

312 دل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اچاٹ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب مائل ہوں, اس وقت انہیں مستحبات کی بجا آوری پر آمادہ کرو۔ اور جب اچاٹ ہوں تو واجبات پر اکتفا کرو۔

313 قرآن میں تم سے پہلے کی خبر میں ٭ تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کے لیے احکام ہیں۔

314 جدھر سے پتھر آئے اسے ادھر ہی پلٹا دو کیونکہ سختی کا دفیعہ سختی ہی سے ہو سکتا ہے۔

315 اپنے منشی عبیداللہ ابن ابی رافع سے فرمایا:

دوات میں صوف ڈالا کرو, اور قلم کی زبان لمبی رکھا کرو۔ سطروں کے درمیان فاصلہ زیادہ چھوڑا کرو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو کہ یہ خط کی دیدہ زیبی کے لیے مناسب ہے۔

316 میں اہل ایمان کا یعسوب ہوں اور بدکرداروں کا یعسوب مال ہے۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے میری پیروی کرتے ہیں اور بدکردار مال و دولت کا اسی طرح اتباع کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی اقتدا

کرتی ہیں اور یعسوب اس مکھی کو کہتے ہیں جو ان کی سردار ہوتی ہے۔

317 ایک یہودی نے آپ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی کو دفن نہیں کیا تھا کہ ان کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا۔ حضرت نے فرمایا ہم نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ ان کے بعد جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا مگر تم تو وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل سے نکل کر تمہارے پیر خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے کہ ہمارے لیے بھی ایک ایسا خدا بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے خدا ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ بیشک تم ایک جاہل قوم ہو۔

اس یہودی کی نکتہ چینی کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو پیش کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو ایک اختلافی امر ثابت کر لے, مگر حضرت نے یہ لفظ فیہ کے بجائے لفظ عنہ فرما کر اختلاف کا مورد واضح کر دیا کہ وہ اختلاف رسول کی نبوت کے بارے میں نہ تھا بلکہ ان کی نیابت و جانشینی کے سلسلہ میں تھا۔ اور پھر یہودیوں کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو آج پیغمبر کے بعد مسلمانوں کے باہمی اختلاف پر نقد کر رہے ہیں خود ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کی زندگی ہی میں عقیدہ توحید میں متزلزل ہو گئے تھے چنانچہ جب وہ اہل مصر کی غلامی سے چھٹکارا پا کر دریا کے پار اترے تو سینا کے بت خانہ میں بچھڑے کی ایک مورتی دیکھ کر حضرت موسیٰ سے کہنے لگے کہ ہمارے لیے بھی ایک ایسی مورتی بنا دیجئے۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ تم اب بھی ویسے ہی جاہل ہو ؛X جیسے مصر میں تھے تو جس قوم میں توحید کی تعلیم پانے کے بعد بھی بت پرستی کا

جذبہ اتنا ہو کہ وہ ایک بت کو دیکھ کر تڑپنے لگے اور یہ چاہے کہ اس کے لیے بھی ایک بت خانہ بنا دیا جائے اس کو مسلمانوں کے کسی اختلاف پر تبصرہ کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

318 حضرت سے کہا گیا کہ آپ کس وجہ سے اپنے حریفوں پر غالب آتے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) حضرت نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کی ہیبت دلوں پر چھا جاتی تھی۔

جو شخص اپنے حریفوں سے مرعوب ہو جائے, اس کا پسپا ہونا ضروری سا ہو جاتا ہے کیونکہ مقابلہ میں صرف جسمانی طاقت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ دل کا ٹھہراؤ اور حوصلہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے۔ اور جب وہ ہمت ہار دے گا اور یہ خیال دل میں جما لے گا کہ مجھے مغلوب ہی ہونا ہے تو مغلوب ہو کر رہے گا۔ یہی صورت امیر المومنین علیہ السّلام کے حریف کی ہوتی تھی کہ وہ ان کی مسلمہ شجاعت سے اس طرح متاثر ہوتا تھا کہ اسے موت کا یقین ہو جاتا تھا جس کے نتیجہ میں اس کی قوت معنوی و خود اعتمادی ختم ہو جاتی تھی اور آخر یہ ذہنی تاثر اسے موت کی راہ پر لا کھڑا کرتا تھا۔

319 اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ سے فرمایا! اے فرزند! میں تمہارے لیے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں لہٰذا فقر و ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ دین کے نقص, عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے۔

320 ایک شخص نے ایک مشکل مسئلہ آپ سے دریافت کیا, تو آپ نے فرمایا۔ سمجھنے کے لیے

پوچھو,الجھنے کے لیے نہ پوچھو.کیونکہ وہ جاہل جوسیکھنا چاہتا ہے مثل عالم کے ہےاور وہ عالم جو الجھنا چاہتا ہے وہ مثل جاہل کے ہے.

321 عبداللہ ابن عباس نے ایک امر میں آپ کومشورہ دیا جوآپ کے نظریہ کے خلاف تھا.تو آپ نے ان سے فرمایا.تمہارا یہ کام ہے کہ مجھے رائے دو.اس کے بعد مجھے مصلحت دیکھنا ہے .اوراگر میں تمہاری رائے کو نہ مانوں توتمہیں میری اطاعت لازم ہے.

عبداللہ ابن عباس نے امیرالمومنین علیہ السّلام کو یہ مشورہ دیا تھا کہ طلحہ وزبیر کوکوفہ کی حکومت کا پروانہ لکھ دیجئے اورمعاویہ کوشام کی ولایت پر برقراررہنے دیجئے,یہاں تک کہ آپ کے قدم مضبوطی سے جم جائیں اورحکومت کواستحکام حاصل ہوجائے جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ میں دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنے دین کوخطرہ میں نہیں ڈال سکتا لہٰذا تم اپنی بات منوانے کی بجائے میری بات کوسنو اورمیری اطاعت کرو.

322 وارد ہوا ہے کہ جب حضرت صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ پہنچے توقبیلہ شبام کی آبادی سے ہوکرگزرے.جہاں صفین کے کشتوں پررونے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی اتنے میں حرب ابن شرجیل شبامی جواپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے,حضرت کے پاس آئے توآپ نے اس سے فرمایا!کیا تمہاراان عورتوں پر بس نہیں چلتا جومیں رونے کی آوازیں سن رہا ہوں اس رونے چلانے سے تم انہیں منع نہیں کرتے؟حرب آگے بڑھ کر حضرت کے ہمرکاب ہولیے درآں حالیکہ حضرت سوار تھے توآپ نے فرمایا!پلٹ جاؤ تم جیسے آدمی کا مجھ جیسے کے ساتھ پیادہ چلنا والی کے لیے فتنہ اورمومن کے لیے ذلت ہے.

323 نہروان کے دن خوارج کے کشتوں کی طرف ہوکر گزرے تو فرمایا! تمہارے لیے ہلاکت وتباہی ہو جس نے تمہیں ورغلایا,اس نے تمہیں فریب دیا.کہا گیا کہ یاامیرالمومنین علیہ السّلام کس نے انہیں ورغلایا تھا؟ فرمایا کہ گمراہ کرنے والے شیطان اور برائی پر ابھارنے والے نفس نے کہ جس نے انہیں امیدوں کے فریب میں ڈالا اور گناہوں کا راستہ ان کے لیے کھول دیا.فتح وکامرانی کے ان سے وعدے کئے اور اس طرح انہیں دوزخ میں جھونک دیا.

324 تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو.کیونکہ جو گواہ ہے وہی حاکم ہے.

325 جب آپ کو محمد ابن ابی بکر رحمتہ اللہ علیہ کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ہمیں ان کے مرنے کا اتناہی رنج وقلق ہے جتنی دشمنوں کو اس کی خوشی ہے.بلاشبہ ان کا ایک دشمن کم ہوا.اور ہم نے ایک دوست کو کھودیا.

326 وہ عمر کہ جس کے بعد اللہ تعالیٰ آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا,ساٹھ برس کی ہے.

327 جس پر گناہ قابو پالے,وہ کامران نہیں اور شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا حقیقتاً مغلوب ہے.

328 خداوند عالم نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے لہٰذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لیے کہ دولت مند نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور خدائے بزرگ وبرتر ان سے اس کا مواخذہ کرنے والا ہے.

329 سچا عذر پیش کرنے سے یہ زیادہ وقیع ہے کہ عذر کی ضرورت ہی نہ پڑے.

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے فرائض پر اس طرح کاربند ہونا چاہیے کہ اسے معذرت پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ معذرت میں ایک گونہ کوتاہی کی جھلک اور ذلت کی نمود ہوتی ہے, اگرچہ وہ صحیح و درست ہی کیوں نہ ہو۔

330 اللہ کا کم سے کم حق جو تم پر عائد ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی نعمتوں سے گناہوں میں مدد نہ لو۔

کفران نعمت و ناسپاسی کے چند درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان نعمت ہی کی تشخیص نہ کر سکے, جیسے آنکھوں کی روشنی, زبان کی گویائی, کانوں کی شنوائی اور ہاتھ پیروں کی حرکت کو۔ یہ سب اللہ کی بخشی ہوئی نعمتیں ہیں, مگر بہت سے لوگوں کو ان کے نعمت ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ان میں شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت کو دیکھے اور سمجھے, مگر اس کے مقابلہ میں شکر بجا نہ لائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت بخشنے والے کی مخالفت و نافرمانی کرے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسی کی دی ہوئی نعمتوں کو اطاعت و بندگی میں صرف کرنے کے بجائے اس کی معصیت و نافرمانی میں صرف کرے یہ کفران نعمت کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

# باب ۱۲

## اقوال ۳۳۱ تا ۳۶۰

331 جب کاہل اور ناکارہ افراد عمل میں کوتاہی کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے یہ عقلمندوں کے لیے ادائے فرض کا ایک بہترین موقع ہوتا ہے۔

332 حکام اللہ کی سرزمین میں اس کے پاسبان ہیں۔

333 مومن کے متعلق فرمایا! مومن کے چہرے پر بشاشت اور دل میں غم و اندوہ ہوتا ہے .ہمت اس کی بلند ہے اور اپنے دل میں وہ خود کو ذلیل سمجھتا ہے سربلندی کو برا سمجھتا ہے اور شہرت سے نفرت کرتا ہے اس کا غم بے پایاں اور ہمت بلند ہوتی ہے۔بہت خاموش, ہمہ وقت مشغول, شاکر, صابر, فکر میں غرق ٭ دست طلب بڑھانے میں بخیل, خوش خلق اور نرم طبیعت ہوتا ہے اور اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت اور خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔

334 اگر کوئی بندہ مدت حیات اور اس کے انجام کو دیکھے تو امیدوں اور ان کے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

335 ہر شخص کے مال میں دو 2 حصہ دار ہوتے ہیں۔ایک وارث اور دوسرے حوادث۔

336 جس سے مانگا جائے وہ اس وقت تک آزاد ہے ٭ جب تک وعدہ نہ کرے۔

337 جو عمل نہیں کرتا اور دعا مانگتا ہے وہ ایسا ہے جیسے بغیر کمان کے تیر چلانے والا۔

338 علم دو 2 طرح کا ہوتا ہے ٭ ایک وہ جو نفس میں بس جائے اور ایک وہ جو صرف سن لیا گیا ہو اور سنا سنایا فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ دل میں راسخ نہ ہو۔

339 صابت رائے اقبال ودولت سے وابستہ ہے اگر یہ ہے تو وہ بھی ہوتی ہے اور اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہوتی.

جب کسی کا بخت یاور اور اقبال اوج عروج پر ہوتا ہے تو اس کے قدم خود بخود منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگتے ہیں.اور ذہن وفکر کو صحیح طریق کار کے طے کرنے میں کوئی الجھن نہیں ہوتی اور جس کا اقبال ختم ہونے پر آتا ہے وہ روشنی میں بھی ٹھوکریں کھاتا ہے اور ذہن وفکر کی قوتیں معطل ہو کر رہ جاتی ہےں. چنانچہ جب بنیر مک کا زوال شروع ہوا تو ان میں سے دس آدمی ایک امر میں مشورہ کرنے کے لیے جمع ہو گئے مگر پوری ردوکد کے بعد بھی کسی صحیح نتیجہ تک نہ پہنچ سکے. یہ دیکھ کر یحییٰ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ ہمارے زوال کا پیش خیمہ اور ہمارے ادبار کی علامت ہے کہ ہم دس 10 آدمی بھی کوئی فیصلہ نہ کرسکیں.ورنہ جب ہمارا نیر اقبال بام عروج پر تھا تو ہمارا ایک آدمی ایسی دس دس گتھیوں کو بڑی آسانی سے سلجھا لیتا تھا.

340 فقر کی زینت پاکدامنی اور تونگری کی زینت شکر ہے.

341 ظالم کے لیے انصاف کا دن اس سے زیادہ سخت ہوگا:X جتنا مظلوم پر ظلم کا دن.

342 سب سے بڑی دولت مندی یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھ میں جو ہے اس کی آس نہ رکھی جائے.

343 گفتگو میں محفوظ ہیں اور دلوں کے بھید جانچے جانے والے ہیں. ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں میں گروی ہے اور لوگوں کے جسموں میں نقص اور عقلوں میں فتور آنے والا ہے مگر وہ کہ جسے اللہ بچائے رکھے.ان میں پوچھنے والا الجھانا چاہتا ہے اور جواب دینے والا (بے

جانے بوجھے جواب کی )زحمت اٹھاتا ہے جوان میں درست رائے رکھتا ہے.اکثر خوشنودی و ناراضگی کے تصورات اسے صحیح رائے سے موڑ دیتے ہیں اور جوان میں عقل کے لحاظ سے پختہ ہوتا ہے بہت ممکن ہے کہ ایک نگاہ اس کے دل پر اثر کر دے اور ایک کلمہ اس میں انقلاب پیدا کر دے.

344 اے گروہ مردم! اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ کتنے ہی ایسی باتوں کی امید باندھنے والے ہیں جن تک پہنچتے نہیں اور ایسے گھر تعمیر کرنے والے ہیں جن میں رہنا نصیب نہیں ہوتا اور ایسا مال جمع کرنے والے ہیں جسے چھوڑ جاتے ہیں حالانکہ ہوسکتا ہے کہ اسے غلط طریقہ سے جمع کیا ہو یا کسی کا حق دبا کر حاصل کیا ہو.اس طرح اسے بطور حرام پایا ہو اور اس کی وجہ سے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہو,تو اس کا وبال لے کر پلٹے اور اپنے پروردگار کے حضور رنج و افسوس کرتے ہوئے جا پہنچے دنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا اٹھایا.یہی تو کھلم کھلا گھاٹا ہے.

345 گناہ تک رسائی کا نہ ہونا بھی ایک صورت پاکدامنی کی ہے.

346 تمہاری آبرو قائم ہے جسے دست سوال دراز کرنا بہا دیتا ہے.لہٰذا یہ خیال رہے کہ کس کے آگے اپنی آبرو ریزی کر رہے ہو.

347 کسی کو اس کے حق سے زیادہ سراہنا چاپلوسی ہے اور حق میں کمی کرنا کوتاہ بیانی ہے یا حسد.

348 سب سے بھاری گناہ وہ ہے کہ جس کا ارتکاب کرنے والا اسے سبک سمجھے.

چھوٹے گناہوں میں بے باکی و بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کے معاملہ میں

بے پرواسا ہوجاتا ہےاوررفتہ رفتہ یہ عادات اسے بڑے بڑے گناہوں کی جرات دلا دیتی ہےاور پھروہ بغیرکسی جھجک کےان کا مرتکب ہونے لگتا ہے.لہٰذا چھوٹے گناہوں کو بڑے گناہوں کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے ان سے احتراز کرنا چاہیےتا کہ بڑے گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت ہی نہ آئے.

349 جوشخص اپنے عیوب پرنظر رکھےگا وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہے گا.اور جواللہ کے دیئے ہوئے رزق پرخوش رہےگا,وہ نہ ملنے والی چیز پررنجیدہ نہیں ہوگا.جوظلم کی تلوار کھینچتا ہےوہ اسی سےقتل ہوتا ہے جواہم امورکوزبردستی انجام دینا چاہتا ہے.وہ تباہ وبرباد ہوتا ہے ,جواٹھتی ہوئی موجوں میں پھاندتا ہے,وہ ڈوبتا ہے,جوبدنامی کی جگہوں پرجائے گا,وہ بدنام ہوگا,جوزیادہ بولےگا,وہ زیادہ لغزشیں کرےگا اورجس میں حیا کم ہواس میں تقویٰ کم ہوگا اورجس میں تقویٰ کم ہوگا اس کا دل مردہ ہوجائے گا.اورجس کا دل مردہ ہوگیا وہ دوزخ میں جاپڑا.جوشخص لوگوں کےعیوب کودیکھ کرناک بھوں چڑھائے اورپھرانہیں اپنے لیے چاہے وہ سراسراحمق ہےقناعت ایسا سرمایہ ہے جوختم نہیں ہوتا.جوموت کوزیادہ یادرکھتا ہےوہ تھوڑی سی دنیا پربھی خوش ہورہتا ہے.جوشخص یہ جانتا ہے کہ اس کا قول بھی عمل کا ایک جزہے ,وہ مطلب کی بات کےعلاوہ کلام نہیں کرتا.

350 لوگوں میں جوظالم ہواس کی تین علامتیں ہیں:وہ ظلم کرتا ہےاپنے سے بالاہستی کی خلاف ورزی سے,اوراپنے سے پست لوگوں پرقہروتسلط سےاورظالموں کی کمک وامدادکرتا ہے.

351 جب سختی انتہا کو پہنچ جائے تو کشائش وفراخی ہوگی اور جب ابتلاء ومصیبت کی کڑیاں تنگ ہو جائیں تو راحت وآسائش حاصل ہوتی ہے۔

352 اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا زن وفرزند کی زیادہ فکر میں نہ رہو, اس لیے کہ اگر وہ دوستان خدا ہیں تو خدا اپنے دوستوں کو برباد نہ ہونے دے گا اور اگر دشمنان خدا ہیں تو تمہیں دشمنان خدا کی فکروں اور دھندوں میں پڑنے سے مطلب ہی کیا۔

353 سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس عیب کو برا کہو, جس کے مانند خود تمہارے اندر موجود ہے۔

اس سے بڑھ کر اور عیب کیا ہوسکتا ہے کہ انسان دوسروں کے ان عیوب پر نکتہ چینی کرے جو خود اس کے اندر بھی پائے جاتے ہوں, تقاضائے عدل تو یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے پہلے اپنے عیوب پر نظر کرے اور سوچے کہ عیب, عیب ہے وہ دوسرے کے اندر پایا جائے یا اپنے اندر #

ہمہ عیب خلق دیدن نہ مروت است ومروی نگہے بخویشتین کن کہ ہمہ گناہ داری

354 حضرت کے سامنے ایک نے دوسرے شخص کو فرزند کے پیدا ہونے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ « شہسوار مبارک ہو »۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ یہ کہو کہ تم بخشنے والے (خدا) کے شکر گزار ہوئے یہ بخشی ہوئی نعمت تمہیں مبارک ہو, یہ اپنے کمال کو پہنچے اور اس کی نیکی وسعادت تمہیں نصیب ہو۔

355 حضرت کے عمال میں سے ایک شخص نے ایک بلند عمارت تعمیر کی جس پر آپ نے فرمایا

.چاندی کے سکوں نے سر نکالا ہے. بلاشبہ یہ عمارت تمہاری ثروت کی غمازی کرتی ہے.

356 حضرت سے کہا گیا کہ اگر کسی شخص کو گھر میں چھوڑ کر اس کا دروازہ بند کر دیا جائے تو اس کی روزی کدھر سے آئے گی؟ فرمایا:

جدھر سے اس کی موت آئے گی.

اگر خداوند عالم کی مصلحت اس امر کی مقتضی ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو زندہ رکھے جسے کسی بند جگہ میں محصور کر دیا گیا ہو,تو وہ اس کے لیے سروسامان زندگی مہیا کر کے اسے زندہ رکھنے پر قادر ہے اور جس طرح بند دروازے موت کو نہیں روک سکتے,اسی طرح رزق سے بھی مانع نہیں ہو سکتے.کیونکہ اس قادر مطلق کی قدرت دونوں پر یکساں کارفرما ہے.

مقصد یہ ہے کہ انسان کو رزق کے معاملہ میں قانع ہونا چاہیے کیونکہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوگا,اسے بہر صورت ملے گا.

می رسد در خانہ دربستہ روزی چوں اجل حرص دارد ایں چنیں آشفتہ خاطر خلق را

357 حضرت نے ایک جماعت کو ان کے مرنے والے کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ

«موت کی ابتدائ تم سے نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کی انتہا تم پر ہے یہ تمہارا ساتھی مصروف سفر رہتا تھا.اب بھی یہی سمجھو کہ وہ اپنے کسی سفر میں ہے اگر وہ آ گیا تو بہتر,ورنہ تم خود اس کے پاس پہنچ جاؤ گے».

358 اے لوگو! چاہیے کہ اللہ تم کو نعمت و آسائش کے موقع پر بھی اسی طرح خائف و ترساں دیکھے جس طرح تمہیں عذاب سے ہراساں دیکھتا ہے.بیشک جسے فراخ دستی حاصل ہو,اور وہ

اسے کم کم عذاب کی طرف بڑھنے کا سبب نہ سمجھے تو اس نے خوفناک چیز سے اپنے کو مطمئن سمجھ لیا اور جو تنگدست ہوا اور وہ اسے آزمائش نہ سمجھے تو اس نے اس ثواب کو ضائع کر دیا. کہ جس کی امید و آرزو کی جاتی ہے.

359 اے حرص و طمع کے اسیرو! باز آؤ کیونکہ دنیا پر ٹوٹنے والوں کو حوادث زمانہ کے دانت پیسنے ہی کا اندیشہ کرنا چاہیے.

اے لوگو! خود ہی اپنی اصلاح کا ذمہ لو ؛ اور اپنی عادتوں کے تقاضوں سے منہ موڑ لو.

360 کسی کے منہ سے نکلنے والی بات میں اگر اچھائی کا پہلو نکل سکتا ہو ؛ تو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو.

# باب ۱۳

## اقوال ۳۶۱ تا ۳۹۰

361 جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو، پھر اپنی حاجت مانگو، کیونکہ خداوند عالم اس سے بلندتر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ایک پوری کر دے اور ایک روک لے۔

362 جسے اپنی آبرو عزیز ہو، وہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے۔

363 امکان پیدا ہونے سے پہلے کسی کام میں جلد بازی کرنا اور موقع آنے پر دیر کرنا دونوں حماقت میں داخل ہیں۔

364 جو بات نہ ہونے والی ہو اس کے متعلق سوال نہ کرو۔ اس لیے کہ جو ہے، وہی تمہارے لیے کافی ہے۔

365 فکر ایک روشن آئینہ ہے، عبرت اندوزی ایک خیرخواہ متنبہ کرنے والی چیز ہے، نفس کی اصلاح کے لیے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کے لیے برا سمجھتے ہو ان سے بچ کر رہو۔

366 علم عمل سے وابستہ ہے۔ لہٰذا جو جانتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے اور علم عمل کو پکارتا ہے۔ اگر وہ لبیک کہتا ہے تو بہتر، ورنہ وہ بھی اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

367 اے لوگو! دنیا کا ساز و سامان سوکھا سڑا بھوسا ہے جو وبا پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس چراگاہ سے دور رہو کہ جس سے چل چلاؤ باطمینان منزل کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے اور صرف بقدر کفاف لے لینا اس دولت و ثروت سے زیادہ برکت والا ہے اس کے دولت

مندوں کے لیے فقر طے ہو چکا ہے اور اس سے بے نیاز رہنے والوں کو راحت کا سہارا دیا گیا ہے۔ جس کو اس کی سج دھج لبھا لیتی ہے, وہ انجام کار اس کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور جو اس کی چاہت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے وہ اس کے دل کو ایسے غموں سے بھر دیتی ہے جو دل کی گہرائیوں میں تلاطم برپا کرتے ہیں یوں کہ کبھی کوئی فکر اسے گھیرے رہتی ہے, اور کبھی کوئی اندیشہ اسے رنجیدہ بنائے رہتا ہے۔ وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کا گلا گھونٹا جانے لگتا ہے اور وہ بیابان میں ڈال دیا جاتا ہے اس عالم میں کہ اس کے دل کی دونوں رگیں ٹوٹ چکی ہوتی ہیں۔ اللہ کو اس کا فنا کرنا سہل اور اس کے بھائی بندوں کا اسے قبر میں اتارنا آسان ہو جاتا ہے۔ مومن دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے اتنی ہی غذا حاصل کرتا ہے جتنی پیٹ کی ضرورت مجبور کرتی ہے اور اس کے بارے میں ہر بات کو بغض وعناد کے کانوں سے سنتا ہے اگر کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مال دار ہو گیا ہے تو پھر یہ بھی کہنے میں آتا ہے کہ نادار ہو گیا ہے اگر زندگی پر خوشی کی جاتی ہے تو مرنے پر غم بھی ہوتا ہے۔ یہ حالت ہے حالانکہ ابھی وہ دن نہیں آیا کہ جس میں پوری مایوسی چھا جائے گی۔

368 اللہ سبحانہ نے اپنی اطاعت پر ثواب اور اپنی معصیت پر سزا اس لیے رکھی ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب سے دور کرے اور جنت کی طرف گھیر کر لے جائے۔

369 لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا جب ان میں صرف قرآن کے نقوش اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا, اس وقت مسجدیں تعمیر وزینت کے لحاظ سے آباد اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان میں ٹھہرنے والے اور انہیں آباد کرنے والے تمام اہل زمین میں

سب سے بدتر ہوں گے ,وہ فتنوں کا سرچشمہ اور گناہوں کا مرکز ہوں گے جو ان فتنوں سے منہ موڑے گا ,اسے انہی فتنوں کی طرف پلٹائیں گے اور جو قدم پیچھے ہٹائے گا ,اسے دھکیل کر ان کی طرف لائیں گے ۔ارشاد الٰہی ہے کہ « مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ نازل کروں گا جس میں حلیم و بردبار کو حیران و سرگردان چھوڑ دوں گا» ۔

چنانچہ وہ ایسا ہی کرے گا ,ہم اللہ سے غفلت کی ٹھوکروں سے عفو کے خواستگار ہیں ۔

370 جب بھی آپ منبر پر رونق افروز ہوتے تو ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ خطبہ سے پہلے یہ کلمات نہ فرمائیں ۔

اے لوگو !اللہ سے ڈرو ۔کیونکہ کوئی شخص بے کار پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ کھیل کود میں پڑ جائے ,اور نہ اسے بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہے ۔کہ بیہودگیاں کرنے لگے اور دنیا جو اس کے لیے آراستہ و پیراستہ ہے اس آخرت کا عوض نہیں ہو سکتی جس کو اس کی غلط نگاہ نے بری صورت میں پیش کیا ہے وہ فریب خوردہ جو اپنی بلند ہمتی سے دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہو اس دوسرے شخص کے مانند نہیں ہو سکتا جس نے تھوڑا بہت آخرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو ۔

371 کوئی شرف اسلام سے بلندتر نہیں کوئی بزرگی تقویٰ سے زیادہ باوقار نہیں ,کوئی پناہ گاہ پرہیز گاری سے بہتر نہیں ,کوئی سفارش کرنے والا توبہ سے بڑھ کر کامیاب نہیں ,کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ بے نیاز کرنے والا نہیں کوئی مال بقدر کفاف پر رضامند رہنے سے بڑھ کر فقر و احتیاج کا دور کرنے والا نہیں ۔جو شخص قدر حاجت پر اکتفا کر لیتا ہے وہ آسائش و راحت پا لیتا ہے ۔اور آرام و آسودگی میں منزل بنا لیتا ہے ۔خواہش و رغبت ,رنج و تکلیف کی

کلیداور مشقت واندوہ کی سواری ہے۔حرص,تکبراور حسد گناہوں میں پھاند پڑنے کے محرکا ت ہیں اور بدکرداری تمام برے عیوب کوحاوی ہے۔

372 جابرابن عبداللہ انصاری سے فرمایااے جابر!چار قسم کے آدمیوں سے دین ودنیا کا قیام ہے عالم جواپنے علم کوکام میں لاتاہو۔جاہل جوعلم کے حاصل کرنے میں عار نہ کرتا ہو۔سخی جوداد ودہش میں بخل نہ کرتا ہو,اورفقیر جوآخرت کودنیا کے عوض نہ بیچتا ہو۔توجب عالم اپنے علم کوبرباد کرے گا,توجاہل اس کے سیکھنے میں عار سمجھے گااورجب دولت مند نیکی و احسان میں بخل کرے گاتوفقیر اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

اے جابر!جس پراللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی لوگوں کی حاجتیں بھی اس کے دامن سے زیادہ وابستہ ہوں گی لہٰذاجوشخص ان نعمتوں پر عائد ہونے والے حقوق کواللہ کی خاطر ادا کرے گا,وہ ان کے لیے دوام وہمیشگی کا سامان کرے گااورجوان واجب حقوق کے ادا کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوگاوہ انہیں فناوبربادی کی زدپر لے آئے گا۔

373 ابن جریرطبری نے اپنی تاریخ میں عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ فقیہ سے روایت کی ہےاور یہ ان لوگوں میں سے تھے جوابن اشعث کے ساتھ حجاج سے لڑنے کے لیے نکلے تھے کہ وہ لوگوں کوجہاد پر ابھارنے کے لیے کہتے تھے کہ جب اہل شام سے لڑنے کے لیے بڑھےتو میں نے علی علیہ السلام کوفرماتے سنا۔

اے اہل ایمان!جوشخص دیکھے کہ ظلم وعدوان پر عمل ہورہاہےاور برائی کی طرف دعوت دی جارہی ہےاوروہ دل سے اسے براسمجھے,تووہ(عذاب سے)محفوظ اور(گناہ سے)بری

ہو گیا,اور جو زبان سے اسے برا کہے وہ ماجور ہے صرف دل سے برا سمجھنے والے سے افضل ہے اور جو شخص شمشیر بکف ہو کر اس برائی کے خلاف کھڑا ہوتا کہ اللہ کا بول بالا ہو,اور ظالموں کی بات گر جائے تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کی راہ کو پا لیا اور سیدھے راستے پر ہو لیا اور اس کے دل میں یقین نے روشنی پھیلا دی۔

374 اسی انداز پر حضرت کا ایک یہ کلام ہے لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو برائی کو ہاتھ,زبان اور دل سے برا سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس نے اچھی خصلتوں کو پورے طور پر حاصل کر لیا ہے اور ایک وہ ہے جو زبان اور دل سے برا سمجھتا ہے لیکن ہاتھ سے اسے نہیں مٹاتا تو اس نے اچھی خصلتوں میں سے دو خصلتوں سے ربط رکھا اور ایک خصلت کو رائیگاں کر دیا اور ایک وہ ہے جو دل سے برا سمجھتا ہے لیکن اسے مٹانے کے لیے ہاتھ اور زبان کسی سے کام نہیں لیتا اس نے تین خصلتوں میں سے دو عمدہ خصلتوں کو ضائع کر دیا,اور صرف ایک سے وابستہ رہا اور ایک وہ ہے جو نہ زبان سے,نہ ہاتھ سے اور نہ دل سے برائی کی روک تھام کرتا ہے,یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام اعمال خیر اور جہاد فی سبیل اللہ,امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں ایسے ہیں,جیسے گہرے دریا میں لعاب دہن کے ریزے ہوں یہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے موت قبل از وقت آ جائے,یا رزق معین میں کمی ہو جائے اور ان سب سے بہتر وہ حق بات ہے جو کسی جابر حکمران کے سامنے کہی جائے۔

375ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے امیرالمومنین علیہ السّلام کوفرماتے سنا کہ:
پہلا جہاد کہ جس سے تم مغلوب ہوجاؤ گے, ہاتھ کا جہاد ہے. پھر زبان کا, پھر دل کا جس نے دل سے بھلائی کو اچھائی اور برائی کو برا نہ سمجھا, اسے الٹ پلٹ کر دیا جائے گا. اس طرح کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا جائے گا.

376 حق گراں, مگر خوش گوار ہوتا ہے اور باطل ہلکا* مگر وبا پیدا کرنے والا ہوتا ہے.

377اس امت کے بہترین شخص کے بارے میں بھی اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن نہ ہوجاؤ. کیونکہ اللہ سبحانہ-کا ارشاد ہے کہ «گھاٹا اٹھانے والے لوگ ہی اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو بیٹھے ہیں». اور اس امت کے بدترین آدمی کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ «خدا کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی اور ناامید نہیں ہوتا».

378 بخل تمام برے عیوب کا مجموعہ ہے اور ایسی مہار ہے جس سے ہر برائی کی طرف کھینچ کر جایا جاسکتا ہے.

379رزق دو2 طرح کا ہوتا ہے. ایک وہ جس کی تلاش میں تم ہو, اور ایک وہ جو تمہاری جستجو میں ہے. اگر تم اس تک نہ پہنچ سکو گے, تو وہ تم تک پہنچ کر رہے گا. لہٰذا اپنے ایک دن کی فکر پر سال بھر کی فکریں نہ لادو. جو ہر دن کا رزق ہے وہ تمہارے لیے کافی ہے, تو اللہ ہر نئے دن جو روزی اس نے تمہارے لیے مقرر کر رکھی ہے وہ تمہیں دے گا اور تمہاری عمر کا کوئی سال باقی نہیں ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی طلبگار تمہارے رزق کی طرف تم سے آگے بڑھ

نہیں سکتا اور نہ کوئی غلبہ پانے والا اس میں تم پر غالب آ سکتا ہے اور جو تمہارے لیے مقدر ہو چکا ہے اس کے ملنے میں کبھی تاخیر نہ ہوگی۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) یہ کلام اسی باب میں پہلے بھی درج ہو چکا ہے۔ مگر یہاں کچھ زیادہ وضاحت و تشریح کے ساتھ تھا۔ اس لیے ہم نے اس کا اعادہ کیا ہے اس قاعدہ کی بناء پر جو کتاب کے دیباچہ میں گزر چکا ہے۔

380 بہت سے لوگ ایسے دن کا سامنا کرتے ہیں جس سے انہیں پیٹھ پھرانا نہیں ہوتا۔ اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ رات کے پہلے حصہ میں ان پر رشک کیا جاتا ہے اور آخری حصہ میں ان پر رونے والیوں کا کہرام بپا ہوتا ہے۔

381 کلام تمہارے قید و بند میں ہے جب تک تم نے اسے کہا نہیں ہے اور جب کہہ دیا، تو تم اس کی قید و بند میں ہو۔ لہٰذا اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرو جس طرح اپنے سونے چاندی کی کرتے ہو کیونکہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی بڑی نعمت کو چھین لیتی اور مصیبت کو نازل کر دیتی ہیں۔

382 جو نہیں جانتے اسے نہ کہو، بلکہ جو جانتے ہو، وہ بھی سب کا سب نہ کہو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے تمہارے تمام اعضا پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن تم پر حجت لائے گا۔

383 اس بات سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہیں اپنی معصیت کے وقت موجود اور اپنی اطاعت کے وقت غیر حاضر پائے تو تمہارا شمار گھاٹا اٹھانے والوں میں ہوگا۔ جب قوی و دانا ثابت ہونا

ہوتو اللہ کی اطاعت پر اپنی قوت دکھاؤ اور کمزور بننا ہو تو اس کی معصیت سے کمزوری دکھاؤ۔

384 دنیا کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھکنا جہالت ہے اور حسن عمل کے ثواب کا یقین رکھتے ہوئے اس میں کوتاہی کرنا گھاٹا اٹھانا ہے۔اور پرکھے بغیر ہر ایک پر بھروسا کر لینا عجز و کمزوری ہے۔

385 اللہ کے نزدیک دنیا کی حقارت کے لیے یہی بہت ہے کہ اللہ کی معصیت ہوتی ہے تو اس میں اور اس کے یہاں کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو اسے چھوڑنے سے۔

386 جو شخص کسی چیز کو طلب کرے تو اسے یا اس کے بعض حصہ کو پالے گا۔(جونیدہ یابندہ)

387 وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کے بعد دوزخ کی آگ ہو۔اور وہ برائی برائی نہیں جس کے بعد جنت ہو۔جنت کے سامنے ہر نعمت حقیر,اور دوزخ کے مقابلہ میں ہر مصیبت راحت ہے۔

388 اس بات کو جانے رہو کہ فقر و فاقہ ایک مصیبت ہے,اور فقر سے زیادہ سخت جسمانی امراض ہیں اور جسمانی امراض سے زیادہ سخت دل کا روگ ہے۔یاد رکھو کہ مال کی فراوانی ایک نعمت ہے اور مال کی فراوانی سے بہتر صحت بدن ہے,اور صحت بدن سے بہتر دل کی پرہیزگاری ہے۔

389 جسے عمل پیچھے ہٹائے,اسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا(ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے)جسے ذاتی شرف و منزلت حاصل نہ ہو اسے آباؤ اجداد کی منزلت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

390 مومن کے اوقات تین ساعتوں پر منقسم ہوتے ہیں ایک وہ کہ جس میں اپنے پروردگار

سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔ اور ایک وہ جس میں اپنے معاش کا سرو سامان کرتا ہے اور وہ کہ جس میں حلال و پاکیزہ لذتوں میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ عقلمند آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ گھر سے دور ہو، مگر تین چیزوں کے لیے «معاش» کے بندوبست کے لیے یا امر آخرت کی طرف قدم اٹھانے کے لیے یا ایسی لذت اندوزی کے لیے کہ جو حرام نہ ہو۔

# باب ١٤

## اقوال ۳۹۱ تا ۴۲۰

391 دنیا سے بے تعلق رہو، تا کہ اللہ تم میں دنیا کی برائیوں کا احساس پیدا کرے۔ اور غافل نہ ہو اس لیے کہ تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوا جائے گا۔

392 بات کرو، تا کہ پہچانے جاؤ کیونکہ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

393 جو دنیا سے تمہیں حاصل ہو اسے لے لو اور جو چیز رخ پھیر لے اس سے منہ موڑے رہو۔ اور اگر ایسا نہ کرسکو تو پھر تحصیل وطلب میں میانہ روی اختیار کرو۔

394 بہت سے کلمے حملے سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔

395 جس چیز پر قناعت کر لی جائے وہ کافی ہے۔

396 موت ہو اور ذلت نہ ہو۔ کم ملے اور دوسروں کو وسیلہ بنانا نہ ہو، جسے بیٹھے بٹھائے نہیں ملتا اسے اٹھنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا زمانہ دو 2 دنوں پر منقسم ہے ایک دن تمہارے موافق اور ایک تمہارے مخالف۔ جب موافق ہو تو اتراؤ نہیں۔ اور جب مخالف ہو تو صبر کرو۔

397 بہترین خوشبو مشک ہے جس کا ظرف ہلکا اور مہک عطر بار ہے۔

398 فخر و سربلندی کو چھوڑ دو, تکبر و غرور کو مٹاؤ اور قبر کو یاد رکھو۔

399 ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے۔ باپ کا فرزند پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کی معصیت کے ہر بات میں اس کی اطاعت کرے اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے, اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے اور قرآن کی اسے تعلیم دے۔

400 چشم بد افسوس ٭ سحر اور فال نیک ان سب میں واقعیت ہے۔ البتہ فال بد اور ایک بیماری کا دوسرے کو لگ جانا غلط ہے۔ خوشبو سونگھنا, شہد کھانا ٭ سواری کرنا اور سبزے پر نظر کرنا غم و اندوہ اور قلق و اضطراب کو دور کرتا ہے۔

طیرہ کے معنی فال بد اور تفال کے معنی فال نیک کے ہوتے ہیں۔ شرعی لحاظ سے کسی چیز سے برا شگون لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ صرف توہمات کا کرشمہ ہے اس بدشگوفی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ کیومرث کے بیٹوں نے رات کے پہلے حصہ میں مرغ کی اذان سنی اور اتفاق سے اسی رات کو کیومرث کا انتقال ہو گیا جس سے انہیں یہ توہم ہوا کہ مرغ کا بے وقت اذان دینا کسی خبر غم کا پیش خیمہ ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے اس مرغ کو ذبح کر دیا, اور بعد میں مختلف حادثوں کا مختلف چیزوں سے خصوصی تعلق قائم کر لیا گیا۔

البتہ فال نیک لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ جب ہجرت پیغمبر کے بعد قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو آنحضرت کو گرفتار کرے گا تو اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے تو ابو

بریدہ اسلمی اپنے قبیلہ کے ستر آدمیوں کے ہمراہ آپ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔اور جب ایک منزل پر آمنا سامنا ہوا تو آنحضرت نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا کہ بریدہ ابن خصیب حضرت نے یہ نام سنا تو فرمایا برادمرنا ہمارا معاملہ خوشگوار ہو گیا۔پھر پوچھا کہ کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا کہ اسلم سے۔تو فرمایا کہ سلمنا ہم نے سلامتی پائی۔پھر دریافت کیا کہ کس شاخ سے ہو اس نے کہا کہ بنی سہم سے۔تو فرمایا کہ خرج سھمک تمہارا تیر نکل گیا۔بریدہ اس انداز سے گفتگو اور حسن گفتار سے بہت متاثر ہوا۔اور پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا کہ محمّد ابن عبداللہ ؛ یہ سن بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔اشھد انّک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قریش کے انعام سے دستبردار ہو کر دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

401 لوگوں سے ان کے اخلاق و اطوار میں ہمرنگ ہونا ان کے شر سے محفوظ ہو جانا ہے۔

402 ایک ہم کلام ہونے والے سے کہ جس نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک بات کہی تھی ؛ فرمایا تم پر نکلتے ہی اڑنے لگے اور جوان ہونے سے پہلے بلبلانے لگے۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) اس فقرہ میں شکیر سے مراد وہ پر ہیں جو پہلے پہل نکلتے ہیں اور ابھی مضبوط و مستحکم نہیں ہونے پاتے,اور سقب اونٹ کے بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس وقت بلبلاتا ہے۔جب جوان ہوتا ہے۔

403 جو شخص مختلف چیزوں کا طلب گار ہوتا ہے اس کی ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں .«طلب الکل فوت الکل»۔

404 حضرت سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ (قوت و توانائی نہیں مگر اللہ کے سبب سے) کے معنی

دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں اس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم انہیں پر اختیار رکھتے ہیں.تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم پر شرعی ذمہ داریاں عائد کیں.اور جب اس چیز کو واپس لے گا تو ہم سے اس ذمہ داری کو بھی برطرف کر دے گا.

مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی شے پر مستقلاً تملک واختیار حاصل نہیں بلکہ یہ حق ملکیت وقوت تصرف قدرت کا بخشا ہوا ایک عطیہ ہے اور جب تک یہ تملک واختیار باقی رہتا ہے.تکلیف شرعی برقرار رہتی ہے اور اسے سلب کر لیا جاتا ہے تو تکلیف بھی برطرف ہو جاتی ہے.کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا تکلیف مالا یطاق ہے جو کسی حکیم ودانا کی طرف سے عائد نہیں ہوسکتی.چنانچہ اللہ سبحانہ نے اعضاو جوارح میں اعمال کے بجالانے کی قوت ودیعت فرمانے کے بعد ان سے تکلیف متعلق کی.لہٰذا جب تک یہ قوت باقی رہے گی ان سے تکلیف کا تعلق رہے گا.اور اس قوت کے سلب کر لینے کے بعد تکلیف بھی برطرف ہو جائے گی,جیسے زکوٰۃ کا فریضہ اسی وقت عائد ہوتا ہے جب دولت ہو,اور جب دولت چھین لے گا تو اس کے نتیجہ میں زکوٰۃ کا وجوب بھی ساقط کر دے گا.کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا عقلاً قبیح ہے.

405 عمار بن یاسر کو جب مغیرہ ابن شعبہ سے سوال وجواب کرتے سنا تو ان سے فرمایا!اے عمار اسے چھوڑ دو اس نے دین سے بس وہ لیا ہے جو اسے دنیا سے قریب کرے اور اس نے جان بوجھ کر اپنے کو اشتباہ میں ڈال رکھا ہے تاکہ ان شبہات کو اپنی لغزشوں کے لیے بہانہ

قرار دے سکے۔

406اللہ کے یہاں اجر کے لیے دولتمندوں کا فقیروں سے عجز و انکساری برتنا کتنا اچھا ہے اوراس سے اچھا فقرا کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دولتمندوں کے مقابلہ میں غرور سے پیش آنا ہے۔

407اللہ نے کسی شخص کو عقل ودیعت نہیں کی ہے مگر یہ کہ وہ کسی دن اس کے ذریعہ سے اسے تباہی سے بچائے گا۔

408جو حق سے ٹکرائے گا؛ حق اسے پچھاڑ دے گا۔

409دل آنکھوں کا صحیفہ ہے۔

410 تقویٰ تمام خصلتوں کا سرتاج ہے۔

411 جس ذات نے تمہیں بولنا سکھایا ہے اسی کے خلاف اپنی زبان کی تیزی صرف نہ کرو .اورجس نے تمہیں راہ پر لگایا ہے اس کے مقابلہ میں فصاحت گفتار کا مظاہرہ نہ کرو۔

412 تمہارے نفس کی آراستگی کے لیے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو اوروں کے لیے ناپسند کرتے ہو,اس سے خود بھی پرہیز کرو۔

413 جوانمردوں کی طرح صبر کرے نہیں تو سادہ لوحوں کی طرح بھول بھال کر چپ ہوگا۔

414ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اشعث ابن قیس کو تعزیت دیتے ہوئے فرمایا: اگر بزرگوں کی طرح تم نے صبر کیا تو خیر! ورنہ چوپاؤں کی طرح ایک دن بھول جاؤ گے۔

415 دنیا کے متعلق فرمایا!

دنیا دھوکے باز, نقصان رساں اور رواں دواں ہے. اللہ نے اپنے دوستوں کے لیے اسے بطور ثواب پسند نہیں کیا, اور نہ دشمنوں کے لیے اسے بطور سزا پسند کیا. اہل دنیا سواروں کے مانند ہیں کہ ابھی انہوں نے منزل کی ہی تھی کہ ہنکانے والے نے انہیں للکارا, اور چل دیئے.

416 اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے فرمایا: اے فرزند دنیا کی کوئی چیز اپنے پیچھے نہ چھوڑو. اس لیے کہ تم دو 2 میں سے ایک کے لیے چھوڑو گے. ایک وہ جو اس مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا تو جو مال تمہارے لیے بدبختی کا سبب بنا وہ اس کے لیے راحت و آرام کا باعث ہوگا. یا وہ ہوگا جو اسے خدا کی معصیت میں صرف کرے, تو وہ تمہارے جمع کردہ مال کی وجہ سے بدبخت ہوگا اور اس صورت میں تم خدا کی معصیت میں اس کے معین و مددگار ہوگے, اور ان دونوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو.

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام ایک دوسری صورت میں بھی روایت کیا گیا ہے جو یہ ہے

جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے تم سے پہلے اس کے مالک دوسرے تھے. اور یہ تمہارے بعد دوسروں کی طرف پلٹ جائے گا اور تم دو میں سے ایک کے لیے جمع کرنے والے ہو. ایک وہ جو تمہارے جمع کئے ہوئے مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا. تو جو مال تمہارے لیے بدبختی کا سبب ہوا وہ اس کے لیے سعادت و نیک بختی کا سبب ہوگا وہ جو اس مال سے اللہ کی معصیت کرے تو جو تم نے اس کے لیے جمع کیا وہ تمہارے لیے بدبختی کا سبب ہوگا اور ان دونوں میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے اپنی پشت کو گرانبار کرو, جو گزر گیا اس کے

لیےاللہ کی رحمت اور جو باقی رہ گیا ہےاس کے لیےرزق الٰہی کےامیدوار رہو۔

417ایک کہنے والے نے آپ کے سامنےاستغفر اللہ کہا۔تو آپ نے اس سے فرمایا۔ تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہےاور یہ ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے۔ پہلے کہ جو ہو چکا اس پر نادم ہو,دوسرے ہمیشہ کے لیے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیا کرنا,تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک و صاف اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ جو فرائض تم پر عائد کئے ہوئے تھے,اور تم نے انہیں ضائع کر دیا تھا۔انہیں اب پورے طور پر بجالاؤ۔ پانچویں یہ کہ جو گوشت (کل) حرام سے نشونما پا تا رہا ہے,اس کو غم واندوہ سے پگھلاؤ یہاں تک کے کھال کو ہڈیوں سے ملا دو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو: چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے۔تو اب کہو«استغفر اللہ

»۔

418حلم وتحمل ایک پورا قبیلہ ہے۔

4196بیچارہ آدمی کتنا بےبس ہے: موت اس سے نہاں: بیماریاں اس سے پوشیدہ اور اس کے اعمال محفوظ ہیں۔مچھر کے کاٹنے سے چیخ اٹھتا ہے,اچھو لگنے سے مر جاتا ہےاور پسینہ اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے۔

420وارد ہوا ہے کہ حضرت اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے: کہ ان کے سامنے

سے ایک حسین عورت کا گزر ہوا جسے انہوں نے دیکھنا شروع کیا جس پر حضرت نے فرمایا:
ان مردوں کی آنکھیں تاکنے والی ہیں اور یہ نظر بازی ان کی خواہشات کو برانگیختہ کرنے کا سبب ہے لہٰذا تم میں سے کسی کی نظر ایسی عورت پر پڑے کہ جو اسے اچھی معلوم ہو تو اسے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ عورت بھی اس عورت کے مانند ہے. یہ سن کر ایک خارجی نے کہا کہ خدا اس کافر کو قتل کرے یہ کتنا بڑا فقیہ ہے. یہ سن کر لوگ اسے قتل کرنے اٹھے. حضرت نے فرمایا کہ ٹھہرو! زیادہ سے زیادہ گالی کا بدلہ گالی ہو سکتا ہے, یا اس کے گناہ ہی سے درگزر کرو.

# باب ۱۵

## اقوال ۴۲۱ تا ۴۵۰

421 اتنی عقل تمہارے لیے کافی ہے کہ جو گمراہی کی راہوں کو ہدایت کے راستوں سے الگ کر کے تمہیں دکھا دے.

422 اچھے کام کرو اور تھوڑی سی بھلائی کو بھی حقیر نہ سمجھو. کیونکہ چھوٹی سی نیکی بھی بڑی اور تھوڑی سی بھلائی بھی بہت ہے. تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اچھے کام کے کرنے میں کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ سزاوار ہے. ورنہ خدا کی قسم ایسا ہی ہو کر رہے گا. کچھ نیکی والے ہوتے ہیں اور کچھ برائی والے. جب تم نیکی یا بدی کسی ایک کو چھوڑ دو گے تو تمہارے بجائے اس کے اہل اسے انجام دے کر رہیں گے.

423 جو اپنے اندرونی حالات کو درست رکھتا ہے۔خدا اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے ۔اور جو دین کے لیے سرگرم عمل ہوتا ہے, اللہ اس کے دنیا کے کاموں کو پورا کر دیتا ہے اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان خوش معاملگی رکھتا ہے۔خدا اس کے اور بندوں کے درمیان کے معاملات ٹھیک کر دیتا ہے۔

424 حلم وتحمل ڈھانکنے والا پردہ اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے۔لہٰذا اپنے اخلاق کے کمزور پہلو کو حلم و بردباری سے چھپاؤ٭ اور اپنی عقل سے خواہش نفسانی کا مقابلہ کرو۔

425 بندوں کی منفعت رسائی کے لیے اللہ کچھ بندگان خدا کو نعمتوں سے مخصوص کر لیتا ہے ۔لہٰذا جب تک وہ دیتے دلاتے رہتے ہیں, اللہ ان نعمتوں کو ان کے ہاتھوں میں برقرار رکھتا ہے اور جب ان نعمتوں کو روک لیتے ہیں تو اللہ ان سے چھین کر دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

426 کسی بندے کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دو 2 چیزوں پر بھروسا کرے۔ایک صحت اور دوسرے دولت کیونکہ ابھی تم کسی کو تندرست دیکھ رہے تھے, کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیمار پڑ جاتا ہے, اور ابھی تم اسے دولتمند دیکھ رہے تھے کہ فقیر و نادار ہو جاتا ہے۔

427 جو شخص اپنی حاجت کا گلہ کسی مرد مومن سے کرتا ہے۔گویا اس نے اللہ کے سامنے اپنی شکایت پیش کی۔اور جو کافر کے سامنے گلہ کرتا ہے گویا اس نے اپنے اللہ کی شکایت کی۔

428 ایک عید کے موقع پر فرمایا:

عید صرف اس کے لیے ہے جس کے روزوں کو اللہ نے قبول کیا ہو, اور اس کے قیام (نماز) کو

قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو ,اور ہر وہ دن کہ جس میں اللہ کی معصیت نہ کی جائے عید کا دن ہے.
اگر ضمیر زندہ ہو تو گناہ کی تکلیف دہ یاد سے اطمینان قلب جاتا رہتا ہے.کیونکہ طمانیت و مسرت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب روح گناہ کے بوجھ سے ہلکی اور دامن معصیت کی آلائش سے پاک ہو اور سچی خوشی زمانہ اور وقت کی پابند نہیں ہوتی بلکہ انسان جس دن چاہے گناہ سے بچ کر اس مسرت سے کیف اندوز ہو سکتا ہے اور یہی مسرت حقیقی مسرت اور عید کا پیغام ہو گی.
ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی!

429 قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت اس شخص کی ہو گی جس نے اللہ کی نافرمانی کر کے مال حاصل کیا ہو ,اور اس کا وارث وہ شخص ہوا ہو جس نے اسے اللہ کی اطاعت میں صرف کیا ہو کہ یہ تو اس مال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا ,اور پہلا اس کی وجہ سے جہنم میں گیا.

430 لین دین میں سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والا اور دوڑ دھوپ میں سب سے زیادہ ناکام ہونے والا وہ شخص ہے جس نے مال کی طلب میں اپنے بدن کو بوسیدہ کر ڈالا ہو.مگر تقدیر نے اس کے ارادوں میں اس کا ساتھ نہ دیا ہو.لہٰذا وہ دنیا سے بھی حسرت لیے ہوئے گیا اور آخرت میں بھی اس کی پاداش کا سامنا کیا.

431 رزق دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو خود ڈھونڈتا ہے اور ایک وہ جسے ڈھونڈا جاتا ہے چنانچہ جو دنیا کا طلبگار ہوتا ہے ※ موت اس کو ڈھونڈتی ہے. یہاں تک کہ دنیا سے اسے نکال باہر کرتی ہے

اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوتا ہے X دنیا خود اسے تلاش کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اس سے تمام و کمال اپنی روزی حاصل کر لیتا ہے۔

432 دوستان خدا وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کے باطن پر نظر کرتے ہیں اور جب لوگ اس کی جلد میسر آ جانے والی نعمتوں میں کھو جاتے ہیں, تو وہ آخرت میں حاصل ہونے چیزوں میں منہمک رہتے ہیں اور جن چیزوں کے متعلق انہیں یہ کھٹکا تھا کہ وہ انہیں تباہ کریں گی, انہیں تباہ کر کے رکھ دیا اور جن چیزوں کے متعلق انہوں نے جان لیا کہ وہ انہیں چھوڑ دینے والی ہیں انہیں انہوں نے خود چھوڑ دیا اور دوسروں کے دنیا زیادہ سمیٹنے کو کم خیال کیا, اور اسے حاصل کرنے کو کھونے کے برابر جانا۔ وہ ان چیزوں کے دشمن ہیں جن سے دوسروں کی دوستی ہے اور ان چیزوں کے دوست ہیں۔ جن سے اوروں کو دشمنی ہے ان کے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوا قرآن کے ذریعہ سے ان کا علم ہوا اور ان کے ذریعہ سے کتاب خدا محفوظ اور وہ اس کے ذریعہ سے برقرار ہیں۔ وہ جس چیز کی امید رکھتے ہیں اس سے کسی چیز کو بلند نہیں سمجھتے اور جس چیز سے خائف ہیں اس سے زیادہ کسی شے کو خوفناک نہیں جانتے۔

433 لذتوں کے ختم ہونے اور پاداشوں کے باقی رہنے کو یاد رکھو۔

434 آزماؤ تا کہ اس سے نفرت کرو۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس فقرے کی جناب رسالت مآب سے روایت کی ہے, مگر اس کے کلام امیر المومنین علیہ السّلام ہونے کے مویدات میں سے ہے وہ جسے ثعلب

نے بیان کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ ماموں نے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام نے یہ نہ کہا ہوتا کہ « آزماؤ تا کہ اس سے نفرت کرو»۔تو میں یوں کہتا کہ دشمنی کرو اس سے تا کہ آزماؤ۔

435 ایسا نہیں کہ اللہ کسی بندے کے لیے شکر کا دروازہ کھولے اور (نعمتوں کی) افزائش کا دروازہ بند کردے اور کسی بندے کے لیے دعا کا دروازہ کھولے اور درقبولیت کو اس کے لیے بند رکھے اور کسی بندے کے لیے توبہ کا دروازہ کھولے اور مغفرت کا دروازہ اس کے لیے بند کردے۔

436 لوگوں میں سب سے زیادہ کرم وبخشش کا وہ اہل ہے جس کا رشتہ اشراف سے ملتا ہو۔

437 آپ سے دریافت کیا گیا کہ عدل بہتر ہے یا سخاوت؟ فرمایا عدل تمام امور کو ان کے موقع ومحل پر رکھتا ہے,اور سخاوت ان کو ان کی حدوں سے باہر کر دیتی ہے عدل سب کی نگہداشت کرتا ہے,اور سخاوت اسی سے مخصوص ہوگی جسے دیا جائے۔لہٰذا عدل سخاوت سے بہتر وبرتر ہے۔

438 لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

439 (زہد کی مکمل تعریف قرآن کے دو جملوں میں ہے )ارشاد الٰہی ہے۔جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج و نہ کرو ٭ اور جو چیز خدا تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں لہٰذا جو شخص جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والی چیز پر اتراتا نہیں,اس کے زہد کو دونوں سمتوں سے سمیٹ لیا۔

440 نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے۔

441 حکومت لوگوں کے لیے آزمائش کا میدان ہے۔

442 تمہارے لیے ایک شہر دوسرے شہر سے زیادہ حقدار نہیں (بلکہ) بہترین شہر وہ ہے جو تمہارا بوجھ اٹھاءے۔

443 جب مالک اشتر رحمۃ اللہ کی خبر شہادت آئی تو فرمایا:

مالک! اور مالک کیا شخص تھا۔ خدا کی قسم اگر وہ پہاڑ ہوتا تو ایک کوہ بلند ہوتا، اور اگر وہ پتھر ہوتا تو ایک سنگ گراں ہوتا کہ نہ تو اس کی بلندیوں تک کوئی سم پہنچ سکتا اور نہ کوئی پرندہ وہاں تک پر مار سکتا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ فند اس پہاڑ کو کہتے ہیں، جو دوسرے پہاڑوں سے الگ ہو۔

444 وہ تھوڑا عمل جس میں ہمیشگی ہو اس سے زیادہ ہے جو دل تنگی کا باعث ہو۔

445 اگر کسی آدمی میں عمدہ و پاکیزہ خصلت ہو تو ویسی ہی دوسری خصلتوں کے متوقع رہو۔

انسان میں جو بھی اچھی یا بری خصلت پائی جاتی ہے، وہ اس کی افتادہ وطبیعت کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور اگر طبیعت ایک خصلت کی مقتضی ہے، تو اس خصلت سے ملتے جلتے ہوئے دوسرے خصائل کی بھی مقتضی ہوگی۔ اس لیے کہ طبیعت کے تقاضے دونوں جگہ پر یکساں کار فرما ہوتے ہیں، چنانچہ ایک شخص اگر زکوۃ و خمس ادا کرتا ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی طبیعت ممسک و بخیل نہیں۔ لہٰذا اس سے یہ توقع بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسرے امور خیر میں بھی خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ نہیں بولتا تو اس سے یہ

امید کی جاسکتی ہے, کہ وہ غیبت بھی نہیں کرے گا. کیونکہ یہ دونوں عادتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں.

446 فرزوق کے باپ غالب ابن صعصعہ سے باہمی گفتگو کے دوران فرمایا:

وہ تمہارے بہت سے اونٹ کیا ہوئے؟ کہا کہ حقوق کی ادائیگی نے انہیں منتشر کر دیا. فرمایا کہ: یہ تو ان کا انتہائی اچھا مصرف ہوا.

447 جو شخص احکام فقہ کے جانے بغیر تجارت کرے گا؛ وہ ربا میں مبتلا ہو جائے گا.

448 جو شخص ذرا سی مصیبت کو بڑی اہمیت دیتا ہے. اللہ اسے بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے.

449 جس کی نظر میں خود اپنے نفس کی عزت ہوگی وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو بے وقعت سمجھے گا.

450 کوئی شخص کسی دفعہ ہنسی مذاق نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اپنی عقل کا ایک حصہ اپنے سے الگ کر دیتا ہے.

# باب ۱۶

## اقوال ۴۵۱ تا ۴۸۰

451 جو تمہاری طرف جھکے اس سے بے اعتنائی برتنا اپنے خط و نصیب میں خسارہ کرنا ہے اور جو تم سے بے رخی اختیار کرے ٭ اس کی طرف جھکنا نفس کی ذلت ہے۔

452 اصل فقر و غنا (قیامت میں) اللہ کے سامنے پیش ہونے کے بعد ہوگا۔

453 زبیر ہمیشہ ہمارے گھر کا آدمی رہا یہاں تک کہ اس کا بدبخت بیٹا عبداللہ نمودار ہوا۔

454 فرزند آدم کو فخر و مباہات سے کیا ربط ٭ جب کہ اس کی ابتدائی نطفہ اور انتہا مردار ہے ٭ وہ نہ اپنے لیے روزی کا سامان کرسکتا ہے، نہ موت کو اپنے سے ہٹا سکتا ہے۔

اگر انسان اپنی تخلیق کی ابتدائی صورت اور جسمانی شکست و ریخت کے بعد کی حالت کا تصور کرے، تو وہ فخر و غرور کے بجائے اپنی حقارت و پستی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ ایک وقت تھا، کہ صفحہ ہستی پر اس کا نام و نشان بھی نہ تھا کہ خداوند عالم نے نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی جو شکم مادر میں ایک لوتھڑے کی صورت میں رونما ہوا۔ اور غلیظ خون سے پلتا اور نشو نما پاتا رہا اور جب جسمانی تکمیل کے بعد زمین پر قدم رکھا تو اتنا بے بس اور لاچار کہ نہ بھوک پیاس پر اختیار، نہ مرض و صحت پر قابو، نہ نفع نقصان ہاتھ میں، اور نہ موت و حیات بس میں ٭ نہ معلوم کب ہاتھ پیروں کی حرکت جواب دے جائے حس و شعور کی قوتیں ساتھ چھوڑ جائیں، آنکھوں کا نور چھن جائے اور کانوں کی سماعت سلب ہو جائے، اور کب موت روح کو جسم سے الگ کرے ٭ اور اسے گلنے سڑنے کے لیے

چھوڑ جائے, تا کہ چیل, گدھیں اسے نوچیں, یا قبر میں اسے کیڑے کھائیں.

مابال من اولہ نطفۃ وجیفۃ اٰخرہ یفخر

455 حضرت سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا کہ شعرا کی دوڑ ایک روش پر نہ تھی کہ گوئے سبقت لے جانے سے ان کی آخری حد کو پہچانا جائے, اور اگر ایک کو ترجیح دینا ہی ہے تو پھر ملک ضلیل (گمراہ بادشاہ) ہے.

مطلب یہ ہے کہ شعراء میں موازنہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے, جب ان کے توسن فکر ایک ہی میدان سخن میں جولانیاں دکھائیں اور جب کہ ایک روش دوسرے کی روش سے جدا اور ایک کا اسلوب کلام دوسرے اسلوب کلام سے مختلف ہے, تو یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ کون میدان ہار گیا اور کون گوئے سبقت لے گیا. چنانچہ مختلف اعتبارات سے ایک دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے, اور اگر کوئی کسی لحاظ سے اور کوئی کسی لحاظ سے شعرا سمجھا جاتا رہا ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے کہ:

عرب کا سب سے بڑا شاعر امرئالقیس ہے جب وہ سوار ہوا اور اعشیٰ جب وہ کسی چیز کا خواہشمند ہو اور نابغہ جب اسے خوف و ہراس ہو.

لیکن اس تقیید کے باوجود امرائ القیس حسن تخییل ولطف ومحاکات اور ان چھوتی تشبیہات اور نادر استعارات کے لحاظ سے طبقہ اولیٰ کے شعرائ میں سب سے اونچی سطح پر سمجھا جاتا ہے .اگرچہ اس کے اکثر اشعار عام معیار اخلاق سے گرے ہوئے اور فحش مضامین پر مشتمل ہیں, مگر اس فحش نگاری کے باوجود اس کی فنی عظمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا. اس لیے کہ فن کار

صرف فنی زاویہ نگار سے شعر کے حسن وقبح کو دیکھتا ہے اور دوسری حیثیات کو جوفن میں دخیل نہیں ہوتیں نظر انداز کر دیتا ہے.

بہر حال امرائ القیس عرب کا نامور شاعر تھا,اور اس کا باپ حجر کندی سلاطین کندہ کی آخری فرد اور صاحب علم وسپاہ تھا اور بنی تغلب کے مشہور شاعر وسخن ران کلیبا ور مہلہل اس کے ماموں تھے اس لیے فطری رجان کے علاوہ یہ اپنے ننھیال کی طرف سے بھی شعروسخن کا ورثہ دار تھا اور سرزمین نجد کی آزاد فضا اور عیش وتنعم کے گہوارے میں تربیت پانے کی وجہ سے شورہ پستی وسرمستی اس کے ضمیر میں رچ بس گئی تھی. چنانچہ حسن وعشق اور نغمہء وشعر کی کیف آور فضاؤں میں پوری طرح کھو گیا. باپ نے باز رکھنا چاہا,مگر اس کا کوئی نصیحت کار گر نہ ہوئی. آخر اس نے مجبور ہوکر اسے الگ کر دیا الگ ہونے کے بعد اس کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی .پوری طرح اداو عیش وعشرت دینے پر اتر آیا. اور جب اپنے باپ کے مارے جانے کی اسے خبر ہوئی تو اس کے قصاص کے لیے کمربستہ ہوا اور مختلف قبیلوں کے چکر لگائے تاکہ ان سے مدد حاصل کرے اور جب کہیں سے حسب ولخواہ امداد حاصل نہ ہوئی,تو قیصر روم کے ہاں جاپہنچا اور اس سے مدد کا طالب ہوا. بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں بھی اس نے ایک ناشائستہ حرکت کی جس سے قیصر روم نے اسے ٹھکانے لگانے کے لیے ایک زہر آلودہ پیراہن دیا جس کے پہنتے ہی زہر کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر گیا اور اسی زہر کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوئی اور نقرہ میں دفن ہوا.

456 کیا کوئی جوانمرد ہے جو اس چبائے ہوئے لقمہ (دنیا) کو اس کے اہل کے لیے

چھوڑ دے تمہارے نفسوں کی قیمت صرف جنت ہے۔ لہٰذا جنت کے علاوہ اور کسی قیمت پر انہیں نہ بیچو۔

457 دو ایسے خواہشمند ہیں جو سیر نہیں ہوتے طالب علم اور طلبگار دنیا۔

458 ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لیے سچائی باعث نقصان ہو، اسے جھوٹ پر ترجیح دو ❋ خواہ وہ تمہارے فائدہ کا باعث ہو رہا ہو، اور تمہاری باتیں تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو۔

459 تقدیر ٹھہرائے ہوئے اندازے پر غالب آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تباہی و آفت بن جاتی ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ مطلب اس سے مختلف لفظوں میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔

460 بردباری اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں۔

461 کمزور کا یہی زور چلتا ہے کہ وہ پیٹھ پیچھے برائی کرے۔

462 بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

463 دنیا ایک دوسری منزل کے لیے پیدا کی گئی ہے نہ اپنے (بقا و دوام کے) لیے۔

464 بنی امیہ کے لیے ایک مرود ارواد (مہلت کا میدان) ہے جس میں وہ دوڑ لگا رہے ہیں جب ان میں باہمی اختلاف رونما ہو تو پھر بجو بھی ان پر حملہ کریں تو ان پر غالب آجائیں گے۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) مرود ارواد سے مفعل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی مہلت و

فرصت دینے کے ہیں اور یہ بہت فصیح اور عجیب و غریب کلام ہے گویا آپ علیہ السّلام نے ان کے زمانہ مہلت کو ایک میدان سے تشبیہہ دی ہے جس میں انتہا کی حد تک پہنچنے کے لیے دوڑے جائیں گے تو ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ پیشن گوئی بنی امیہ کی سلطنت کے زوال و الفرض کے متعلق ہے جو صرف بحرف پوری ہوئی .اس سلطنت کی بنیاد معاویہ ابن ابی سفیان نے رکھی اور نوے برس گیارہ مہینے اور تیرہ دن کے بعد 231ئ ھج میں مروان الحمار پر ختم ہو گئی بنیا میہ کا دور ظلم و ستم اور قہر و استبداد کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر تھا۔اس عہد کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ جن سے اسلام کا دامن داغدار, تاریخ کے اوراق سیاہ اور روح انسانیت مجروح نظر آتی ہے .انہوں نے اپنے شخصی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے ہر تباہی و بربادی کو جائز قرار دے لیا تھا. مکہ پر فوجوں کی یلغار خانہ کعبہ پر آگ برسائی, مدینہ کو اپنی بیہمانہ خواہشوں کا مرکز بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام سے خون کی ندیاں بہادیں. آخران سفا کیوں اور خونریزیوں کے نتیجہ میں ہر طرف بغاوتیں اور سازشیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے اندرونی خلفشار اور باہمی رزم آرائی نے ان کی بربادی کا راستہ ہموار کر دیا۔اگرچہ سیاسی اضطراب ان میں سے پہلے ہی سے شروع ہو چکا تھا مگر ولید ابن یزید کے دور میں کھلم کھلا نزاع کا دروازہ کھل گیا اور ادھر چپکے چپکے بنی عباس نے بھی پر پرزے نکالنا شروع کئے اور مروان الحمار کے دور میں خلافت الھیہ کے نام سے ایک تحریک شروع کر دی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے انہیں ابو مسلم خراسانی ایسا امیر سپاہ مل گیا جو سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے علاوہ فنون

حرب میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا. چنانچہ اس نے خراسان کو مرکز قرار دے کر امویوں کے خلاف ایک جال بچھا دیا اور عباسیوں کو برسر اقتدار لانے میں کامیاب ہو گیا.

یہ شخص ابتدائی میں گمنام اور غیر معروف تھا. چنانچہ اسی گمنامی و پستی کی بنا پر حضرت نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو بجو سے تعبیر کیا ہے کہ جوادنیٰ و فرومایہ لوگوں کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے.

465 انصار کی مدح و توصیف میں فرمایا خدا کی قسم انہوں نے اپنی خوش حالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی ✗ جس طرح یک سالہ بچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے. اپنے کریم ہاتھوں اور زبانوں کے ساتھ.

466 آنکھ عقب کے لیے تسمہ ہے.

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب استعارات میں سے ہے گویا آپ نے عقب کو ظرف سے اور آنکھ کو تسمہ سے تشبیہہ دی ہے اور تسمہ کھول دیا جائے تو برتن میں جو کچھ ہوتا ہے رک نہیں سکتا مشہور واضح ہے کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے. مگر کچھ لوگوں نے اسے امیر المومنین علیہ السلام سے بھی روایت کیا ہے چنانچہ مبرد نے اس کا اپنی کتاب «المقتضب» باب اللفظ بالحروف میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اپنی کتاب « مجازات الآثار النبویہ» میں اس استعارہ کے متعلق بحث کی ہے.

467 ایک کلام کے ضمن آپ نے فرمایا:

لوگوں کے امور کا ایک حاکم و فرماں روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے پر چلا اور دوسروں کو اس

راہ پر لگا یا۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔

468 لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حالانکہ اسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ « آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو» اس زمانہ میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نیکوکار ذلیل خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور اور بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے) خریدنے کو منع کیا ہے۔

مجبور و مضطر لوگوں سے معاملہ عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی احتیاج و ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان سے سستے داموں چیزیں خرید لی جاتی ہیں, اور مہنگے داموں ان کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری و بے بسی سے فائدہ اٹھانے کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا اور نہ آئین اخلاق میں اس کی کوئی گنجائش ہے کہ دوسرے کی اضطراری کیفیت سے نفع اندوزی کی راہیں نکالی جائیں۔

469 میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے بڑھ جانے والا اور دوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کا یہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت میں غلو کرنے والا, اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

470 حضرت سے توحید و عدل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند نہ بناؤ اور یہ عدل ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ۔

عقیدہ توحیداس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں تنزیہ کی آمیزش نہ ہو. یعنی اسے جسم وصورت اور مکان وزمان کے حدود سے بالاتر سمجھتے ہوئے اپنے اوہام وظنون کا پابند نہ بنایا جائے کیونکہ جسے اوہام وظنون کا پابند بنایا جائے گا, وہ خدا نہیں ہوگا بلکہ ذہن انسانی کی پیداوار ہوگا اور ذہنی قوتیں دیکھی بھالی ہوئی چیزوں ہی میں محدود رہتی ہیں. لہٰذا انسان جتنا گڑھی ہوئی تمثیلوں اور قوت واہمہ کی خیال آرائیوں سے اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا, اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جائے گا. چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

جب بھی تم اسے اپنے تصور ووہم کا پابند بناؤ گے وہ خدا نہیں رہے گا بلکہ تمہاری طرح کی مخلوق اور تمہاری ہی طرف پلٹنے والی کوئی چیز ہوگی.

اور عدل یہ ہے کہ ظلم وقبح کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں ان کی ذات باری سے نفی کی جائے اور اسے ان چیزوں سے متہم نہ کیا جائے کہ جو بری اور بے فائدہ ہیں اور جنہیں عقل اس کے لیے کسی طرح تجویز نہیں کرسکتی. چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہوئی. کوئی چیز اس کی باتوں میں تبدیلی پیدا نہیں کرسکتی.

471 حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خوبی نہیں جس طرح جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی نہیں.

472 طلب باراں کی ایک دعا میں فرمایا: بارِالٰہا! ہمیں فرمانبردار ابروں سے سیراب کر، نہ اُن ابروں سے جو سرکش اور منہ زور ہوں.

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام عجیب وغریب فصاحت پر مشتمل ہے۔اس طرح کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کڑک، چمک، ہوا اور بجلی والے بدلوں کو اُن اونٹوں سے تشبیہ دی ہے کہ جو اپنی منہ زوری سے زمین پر پیر مار کر پالان پھینک دیتے ہوں اور اپنے سواروں کو گرا دیتے ہوں۔اور ان خوفناک چیزوں سے خالی ابر کو ان اونٹنیوں سے تشبیہ دی ہے جو دوہنے میں مطیع ہوں اور سواری کرنے میں سوار کی مرضی کے مطابق چلیں۔

473 حضرتؑ سے کہا گیا کہ اگر آپ سفید بالوں کو (خضاب سے) بدل دیتے تو بہتر ہوتا۔ اس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے وفاتِ پیغمبر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مراد لی ہے۔

474 وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو، اُس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاک دامن رہے۔کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

475 قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس کلام کو پیغمبر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے روایت کیا ہے۔

476جب زیاد ابن ابیہ کو عبداللہ ابن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور اس کے ملحقہ علاقوں پر عامل مقرر کیا تو ایک باہمی گفتگو کے دوران کہ جس میں اسے پیشگی مالگزاری کے وصول کرنے سے روکنا چاہا※ کہا:

عسل کی روش پر چلو۔بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشہ کرو کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا اور ظلم انہیں تلوار اٹھانے کی دعوت دے گا۔

477سب سے بھاری گناہ وہ ہے جسے مرتکب ہونے والا سُبک سمجھے.

478اللہ نے جاہلوں سے اس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک جاننے والوں سے یہ عہد نہیں لیا کہ وہ سکھانے میں دریغ نہ کریں۔

479بدترین بھائی وہ ہے جس کے لیے زحمت اٹھانا پڑے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ مقدور سے زیادہ تکلیف، رنج و مشقت کا سبب ہوتی ہے اور جس بھائی کے لیے تکلف کیا جائے، اُس سے لازمی طور پر زحمت پہنچے گی۔لہذا وہ بُرا بھائی ہوا۔

480جب کوئی مومن اپنے کسی بھائی کا احتشام کرے تو یہ اُس سے جدائی کا سبب ہوگا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حشم و احشام کے معنی ہیں غضبناک کرنا، اور ایک معنی ہیں شرمندہ کرنا۔ اور احتشام کے معنی ہیں "اس سے غصہ یا خجالت کا طالب ہونا" اور ایسا کرنے سے جدائی کا امکان غالب ہوتا ہے۔

اختتام

سید رضی اس کتاب کے اختتام پر لکھتے ہیں:

اب یہ ہمارے پایانِ کار کی منزل ہے کہ ہم امیر المومنینؑ کے منتخب کلام کا سلسلہ ختم کریں۔ ہم اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں شکرگزار ہیں کہ اُس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمیں توفیق دی کہ ہم حضرت کے منتشر کلام کو یک جا کریں اور دور دست کلام کو قریب لائیں۔ ہمارا ارادہ ہے جیسا کہ پہلے طے کر چکے ہیں کہ ان ابواب میں سے ہر باب کے آخر میں کچھ سادہ ورق چھوڑ دیں تاکہ جو کلام اب تک ہاتھ نہیں لگا اُسے قابو میں لا سکیں اور جو ملے اُسے درج کر دیں۔ شاید ایسا کلام جو اس وقت ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ بعد میں ہمارے لیے ظاہر ہو اور دور ہونے کے بعد ہمارے دامن میں سمٹ آئے۔ ہمیں توفیق حاصل ہے تو اللہ سے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے اور وہی ہمارے لیے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

یہ کتاب ماہ رجب سن 400 ہجری میں اختتام کو پہنچی

وصلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم الرسل، والھادی الی خیر السبل والہ الطاھرین، واصحابہ نجوم الیقین

ISLAMICMOBILITY.COM
IN THE AGE OF INFORMATION
IGNORANCE IS A CHOICE

*"Wisdom is the lost property of the Believer,*
*let him claim it wherever he finds it"*
*Imam Ali (as)*